# فلسفۂ عباداتِ اسلامی



حضرت مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ



# فلسفۂ عباداتِ اسلامی

حضرت مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ پاکستان شناسی لاہور

| | |
|---|---|
| کتاب | : فلسفۂ عباداتِ اسلامی |
| مصنف | : مولانا محمد عبدالحامد بدایونی |
| پہلی و دوسری طباعت | : مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی |
| طبع جدید | : ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ/فروری ۲۰۱۰ء |
| ضخامت | : ۱۱۶ صفحات |
| تعداد | : گیارہ سو |
| مطبع | : اصغر پرنٹنگ پریس، لاہور |
| ناشر | : ادارۂ پاکستان شناسی، ۲۴/۲ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور ۵۴۵۰۰<br>فون: ۰۳۲۲-۴۰۰۵۹۵۲، ۰۴۲-۷۴۱۴۸۶۲ |
| قیمت | : ۱۲۰ (ایک صد بیس روپے) |


## ڈسٹری بیوٹرز


خان بک کمپنی، ۳-کورٹ اسٹریٹ، لوئر مال، لاہور فون: ۰۴۲-۷۳۲۵۴۶۳

اورینٹل پبلی کیشنز، ۳۵-رائل پارک، لاہور فون: ۰۴۲-۶۳۶۳۰۰۹

بیکن بکس، گلگشت، ملتان فون: ۰۶۱-۶۵۲۰۷۹۰، ۶۵۲۰۷۹۱

دارالعلوم نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا، دستگیر بلاک نمبر ۱۵، کراچی فون: ۰۲۱-۶۳۴۴۲۳۶

# اظہارِ تشکّر

حدیث شریف میں آتا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا'' اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل میں محبین و مخلصین کا شکریہ ادا کرنا دینی فرض سمجھتا ہوں۔ بالخصوص حضرت محمد زاہد القادری البدایونی زید مجدہٗ اور صاحبزادہ محمد شاہد عامر قادری کا کہ اِن ہی کی تحریک پر یہ اہم کتاب جو ایک عرصہ سے ناپید تھی اب قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ صاحبزادہ موصوف اپنے جد امجد مولانا بدایونی علیہ الرحمہ کی بعض تصانیف ''نظام عمل'' اور ''کتاب وسنت غیروں کی نظر میں'' وغیرہ پہلے ہی شائع کر چکے ہیں۔

مرکز مطالعات جنوبی ایشیا، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ پاکستان کے پروفیسر جناب ڈاکٹر محمد جہانگیر صاحب تمیمی کا بصمیم قلب ممنون ہوں کہ انہوں نے پیش نظر کتاب کے ابتدائیہ کے لیے محترم پروفیسر ڈاکٹر سید قمر علی صاحب کا نام تجویز فرمایا، چنانچہ سید صاحب نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس پر مولانا عبدالحامد بدایونی ایک بالغ النظر مصلح کے عنوان سے وقیع اور فکر انگیز تحریر قلمبند کی، جس کے لیے ان کے تعاون کا دلی شکریہ ادا کرنا اپنا خوش گوار فرض سمجھتا ہوں۔

جناب راجا رشید محمود، مدیر ماہنامہ ''نعت'' لاہور کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے احقر کو استفادہ کے لیے موجِ نور کا نسخہ عنایت فرمایا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر راقم حروف یہاں ان محترم حضرات کا شکریہ ادا نہ کرے، جن کے خلوص و محبت کا ادارہ مرہون منت ہے۔ احقر اس سلسلہ میں مفتی جمیل احمد صاحب نعیمی، محمد طالب سعید فاروقی صاحب (کراچی)، مختار جاوید صاحب منہاس، محمد طاہر انجم شیخ صاحب، محمد نعیم طاہر صاحب رضوی، سید عمر فاروق صاحب (لاہور) اور حکیم محمد حامد نور صاحب (بوریوالا) کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہے، ان بزرگوں نے ہماری ہر موقع پر دستگیری فرمائی اور ہمیشہ اپنے بیش بہا مشوروں سے سرفراز فرمایا اور قدم قدم پر ہماری راہنمائی کی۔

مولیٰ تعالیٰ ان تمام محبین و مخلصین کو ان کے جذبۂ خیر کا احسن ترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

احقر ظہور الدین امرتسری عفی عنہ

# فہرس

# ولادت، ابتدائی زندگی

مملکت خداداد پاکستان کے قیام میں جن علمائے اسلام کی خدمات بہت نمایاں ہیں ان میں مجاہد ملّت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کا نام بے حد درخشاں نظر آتا ہے۔ آپ ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۸ھ میں بدایوں (یو۔پی) بھارت میں مولانا عبدالقیوم کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ریل کے حادثے میں شہید ہوگئے تھے[1] اس لیے ان کی پرورش ان کے بردار بزرگ مولانا عبدالماجد بدایونی (م۔۱۹۳۱ء) نے کی جو خود ایک بے مثال خطیب تھے۔ مولانا بدایونی نے مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے سندِ فراغت حاصل کی اور مولانا شاہ مطیع الرسول اور مولانا عبدالمقتدر بدایونی رحمہ اللہ علیہم سے خلافت پائی۔ دس سال تک اِسی جامعہ شمس العلوم میں مدرس و مفتی کے فرائض انجام دیے۔

## سیاسی زندگی کی ایک جھلک

سیاسی زندگی کا آغاز تحریکِ خلافت و ترکِ موالات[2] اور تحریک فلسطین سے کیا۔ ۱۹۱۸ء میں

---

[1] میرزا داغ دہلوی کے تلمیذ رشید جناب حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی نے یہ قطعۂ تاریخ وفات میں کہا۔

عالم کامل، طبیب نامدار — عبدِ قیوم آں وحید روزگار
از شہادت، منصب اعلیٰ گرفت — روح پاکش رافت در دارالقرار
ماتمی از فوت او اہل جہاں — نوحہ خواں اندر فراقش روزگار
تابکے ایں گریہ نالہ تابکے — تابکے باشی حسنؔ تو اشک بار
صبر کن، تاریخِ رحلت خوش نویس — شد بجنت عالم عالی وقار
۱۳ ھ ۱۸

[2] یہاں اس بات کا دھیان رہے کہ ترکِ موالات کے سلسلہ میں قرارداد خلافت کانفرنس، مسلم لیگ اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ کلکتہ میں ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء میں جمعیت علماء ہند نے منظور کی۔ محرک مولانا ابوالکلام آزاد اور موید مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی تھے۔ ترک موالات ہندوستان پاکستان کی آزادی کے سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ترک موالات یقیناً ۱۹۲۰ء کا ایک ملّی مسئلہ تھا۔ متفقہ فتوے علماءِ ہند طبع میرٹھ کے صفحہ ۱۵ پر مولانا بدایونی کے دستخط ثبت ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے۔ مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء-۱۹۳۸ء) اورنواب اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء-۱۹۵۸ء) کے شانہ بشانہ گراں قدر قومی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۳۷ء کے مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قائداعظم کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کی اور قراردادِ پاکستان کے حق میں ولولہ انگیز تقریر کی۔ ۲۷ تا ۳۰ / اپریل ۱۹۴۶ء میں غیر منقسم ہندوستان کی سوادِاعظم اہلسنّت کی منعقدہ سُنّی کانفرنس[1] بنارس میں شرکت کی اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے سیکریٹری نشرواشاعت منتخب ہوئے۔ مذکورہ اجلاس میں اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے جو تیرہ (۱۳) رکنی کمیٹی بنائی گئی، مولانا بدایونی اس کے جلیل القدر اور ممتاز اراکین میں شامل تھے۔ بنارس کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح کی تائید اور حصول پاکستان کی حمایت کا واضح طور پر اعلان کیا گیا۔ نیز سُنّی کانفرنس کے ایک دوسرے اجلاس میں مطالبۂ پاکستان سے متعلق یہ تاریخ ساز فیصلہ کیا گیا کہ ''اگر بالفرض مسٹر جناح مطالبۂ پاکستان سے دست بردار ہو بھی جائیں تو بھی سُنّی کانفرنس ہرگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی، اور اپنا مطالبۂ پاکستان ضرور حاصل کرے گی۔''[2]

قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے سُنّی کانفرنس میں پاس ہونے والی تجاویز[3] میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے، جن کا تعلق پاکستان اور مسئلہ فلسطین سے ہے، ملاحظہ کیجیے۔

۱- آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنّت اسلامی حکومت کے قیام کی

---

[1] ''قیام پاکستان کی جدوجہد میں سنّی کانفرنس کو جو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس کانفرنس کے ہزارہا علماء و مشائخ نے جس جس طرح قصبے قصبے، قریے قریے میں پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کیا۔ افسوس یہ ہے کہ تحریکِ پاکستان کے تذکرے لکھنے والوں نے اس کا نمایاں طور پر ذکر نہیں کیا۔'' (راجا رشید محمود۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ علیہ۔ ماہنامہ سلطان العارفین گکھڑ، نومبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۲)

[2] اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور (جلد ۸۲، شمارہ ۲۲) مطبوعہ ۱۰ / جون ۱۹۴۶ء، کالم بعنوان: 'آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا فیصلہ'

[3] خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ از سید محمد محدث اشرفی، جیلانی کچھوچھوی۔ طبع اہل سُنّت برقی پریس مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۷

خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء (مرتب) محمد جلال الدین قادری۔ مکتبہ رضویہ، گجرات۔ طبع اوّل ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۱

تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

۲- آل انڈیا سنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مجاہدین فلسطین کے اس مطالبہ کی پُر زور تائید کرتا ہے کہ ارضِ مقدس فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کو بند کر دیا جائے، کیونکہ یہودیوں نے فلسطین کی تمام اراضیات پر اپنا قبضہ کر کے عربوں کی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔

۳- یہ اجلاس حکومتِ برطانیہ اور قوتِ متحدہ امریکہ سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ فلسطین سے یہودیوں کو خارج کر دیا جائے، اور مزید داخلہ کو روک دیا جائے۔[1]

## تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد

۱۹۴۶ء کے تاریخی انتخابات میں آپ نے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔ اسی سال نواب زادہ لیاقت علی خان کی خواہش پر نظام دکن نواب میر عثمان علی خان سے مل کر انہیں قائداعظم سے ملاقات پر راضی کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں قائداعظم کی ہدایت پر حج کے موقع پر حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک جا کر مشاہیر کے سامنے تحریکِ پاکستان کو متعارف کروایا۔[2] ازاں بعد

---

[1] خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ از سید محمد محدث اشرفی، جیلانی کچھوچھوی۔ طبع اہل سُنّت برقی پریس مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹-۳۰

خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء (مرتب) محمد جلال الدین قادری۔ مکتبہ رضویہ، گجرات۔ طبع اوّل ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۳ و ۲۸۴

[2] روزنامہ پیسہ اخبار لاہور، ۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء، ص ۱۲

ماہنامہ 'آستانہ' دہلی۔ اگست ۱۹۴۷ء، ص ۶۸ مضمون بعنوان: 'دیارِ حجاز اور اکبر جہاز'

نیز یہاں اس بات کا تذکرہ غیر ضروری نہ ہوگا کہ حکومتِ سعودیہ نے ۱۹۴۵ء/۱۳۶۴ھ میں اوّلین طور پر ہر حاجی پر ۶۶ روپے فیس قرنطینہ جدّہ کے علاوہ ۴۸۶ روپے ۸ آنے ۶ پائی ٹیکس لگانا تجویز کیا، جس کے ادا کیے بغیر کوئی حاجی ارضِ مقدس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور پچاس (۵۰) ایسے حجاج جن کے پاس رقم ٹیکس نہ تھی، انہیں جدّہ پر روک دیا گیا۔ اِس مذموم بدعت سے عالمِ اسلام میں ایک تحیّر ناک اضطراب پیدا ہو گیا، تو اُس وقت برِ عظیم کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت، آل انڈیا مسلم لیگ نے حسب ذیل ارکان پر مشتمل ایک وفد ترتیب دیا:۔

(۱) مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی (۲) مولانا محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی (۳) شیخ عبد اللطیف حیدر (بمبئی)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

قائداعظم کے حکم پر صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر نمایاں خدمات انجام دیں جس پر قائداعظم نے انہیں فاتح سرحد کے خطاب سے نوازا۔ سرحد اور سلہٹ کا ریفرنڈم جیتنے میں جس قدر حصہ علماء کرام کا ہے اس کا اندازہ اس دور کی تاریخ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

## قائداعظم کے معتمد رفیق

سید سبط الحسن ضیغم کے بقول...... مسلم لیگ اور قائداعظم کے نزدیک مولانا بدایونی مرحوم کا کیا مقام و مرتبہ تھا، اس کے لیے یہی کافی ہے کہ قائداعظم ہمیشہ ان سے مشورہ کرتے، ان سے خط

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری جناب نواب زادہ خان لیاقت علی خان نے وفد کی روانگی سے قبل جلالۃ الملک عبدالعزیز بن سعود والی نجد و حجاز کی خدمت میں اِس مضمون کا تار روانہ فرمایا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے تین (۳) علماء پر مشتمل وفد حجاز آنا چاہتا ہے جو حجاج کے ٹیکس اور تسہیلِ حجاج کے مسائل پر آپ سے تبادلۂ خیالات کرے گا۔'' (وفد حجاز کی رپورٹ، صفحہ ۶)

وفد مذکورہ ۲۴ را کتوبر ۱۹۴۶ء کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر جلالۃ الملک سے تفصیلی گفتگو کی۔ تسہیلِ حجاج کے لیے وفد نے متعدد تجاویز پیش کیں، ان میں سے اکثر کو قبول کرلیا گیا۔ ٹیکس کے متعلق وفد نے یہ موقف اختیار کیا۔ ''کہ ہم زمانہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلفائے راشدین و تابعین مہدیین تک خیرالقرون میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پاتے، جس کو آج ٹیکس اور رسوم حکومت کے نام پر بیت الحرام میں باہر کے آنے والوں سے وصول کیا جاتا ہے۔'' نفس ٹیکس کی حرمت کو جلالۃ الملک نے بھی تسلیم کیا اور فرمایا: ''جن امور کی طرف وفد نے توجہ دلائی ہے، میں اِن شاء اللہ اس پر عمل کروں گا۔ واللہ باللہ تاللہ ٹیکس اور جمرک (کسٹم) حرام ہے حرام ہے حرام ہے...... مگر میں وفد کے ارکان اور دنیائے اسلام سے کہتا ہوں کہ مجھے اِس بلا سے چھڑاؤ یہ بڑا گناہ ہے جو میرے سر پر ہے...... یہ روپیہ میں لے کر اُن شیوخ پر تقسیم کرتا ہوں جو راستہ میں لوٹ مار کرتے تھے (جو شیوخ سامنے بیٹھے تھے ان کی طرف اشارہ کیا) اگر ایسا نہ کروں تو لوٹ مار کریں گے...... میں پھر کہتا ہوں کہ ٹیکس کا لینا حرام ہے، مگر ان شیوخ کو کثیر رقم دینے کا کہاں سے انتظام کروں۔''

وفد کے اراکین نے آخر میں مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ممالک اسلامیہ کے زعماء و اکابر علماء کا اجلاس طلب کر کے اُنہیں کفار و ملاحدۂ عالم اور مستعمرین کی سازشوں سے خبردار کرتے ہوئے اس امرِ عظیم (اتحاد و اخوت) کی طرف بھی توجہ مبذول کروائی اور فرمایا: ''اگر چہ یہ اجتماع (فریضۂ حج) بغرض عبادت ہوتا ہے، لیکن مسلمانانِ عالم کو زنجیرِ اتحاد میں وابستہ کردینے کا بھی واحد ذریعہ ہے اور وحدتِ اسلامی کا اسی میں راز مضمر ہے۔ اگر مسلمانانِ عالم توجہ کریں تو شریعتِ غرا کی روشنی میں سیاسی، علمی، معاشی امور میں تبادلۂ خیال کرتے ہوئے حج سے بہترین فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔''

(وفد حجاز کی رپورٹ، شائع کردہ مجلسِ عمل آل انڈیا مسلم لیگ، دہلی۔ البیان، مطبوعہ میرٹھ ۱۹۴۶ء۔ اخبار دبدبۂ سکندری، رام پور ۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء)

وکتابت جاری رہتی اور مسلم لیگ کا کوئی ایسا اجتماع دکھائی نہیں دیتا جس میں انہیں تقریر کے لیے دعوت نہ دی گئی ہو چنانچہ ۲۸ر اپریل ۱۹۴۴ء کو ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجتماع میں بھی شرکت کی، جو سیالکوٹ میں ہوا۔ اور مسلم لیگ کی تاریخ میں یہ اجتماع ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس اجلاس میں مولانا بدایونی نے جو تقریر کی اس اجتماع کے عینی شاہدین آج بھی اس پر رطبُ اللّسان ہیں۔ مولانا نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ''عصرِ حاضر کے تقاضوں کا بنظرِ عمیق اندازہ کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ قومی تشخص کو اجاگر کر کے کامل اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت درپیش ہے۔ اس لیے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور باہمی اختلافات کو ختم کر دیں، اپنی اجتماعی کاوشوں سے پاکستان دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ یہ جنگ اسلامیانِ ہند کی دینی اور سیاسی جنگ ہے۔ آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کی جنگ ہے جس کی کامیابی سے مسلمانوں کو ایک ایسا خطّہ زمین ہاتھ آئے گا جہاں وہ آزاد فضا میں اپنے دینی شعائر سے عہدہ برآ ہونے کے لیے شریعتِ اسلامیہ کو جاری و ساری کرنے کے مکمل طور پر مختار و مجاز ہوں گے۔'' [1]

الغرض تحریکِ آزادیٔ ہند میں عموماً اور تحریکِ پاکستان میں خصوصاً ہمارے علما کا رول نہایت وقیع اور بلاشبہہ تاریخ ساز ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ علما کے رول پر کوئی مبسوط اور مخصوص

---

[1] مذکورہ بالا اقتباس، خواجہ محمد طفیل کی تالیف ''تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' سے ماخوذ ہے۔ ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کو ادارہ مطبوعاتِ تحریکِ پاکستان، سیالکوٹ نے شائع کیا تھا اور یہ حوالہ اس کے صفحہ ۱۰۶ اور ۱۰۷ پر موجود ہے، لیکن احقر راقم حروف کو اس بات نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ 'مجاہدِ ملّت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حیات، خدمات، تعلیمات' (طبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بار اوّل، ۲۰۰۲ء) کے مصنف اور 'تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار' (شائع کردہ: تحریک ورکرز ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۰۸ء) کے مرتب (محمد صادق قصوری صاحب) نے صفحہ ۸۶ اور ۲۴۱ پر بالترتیب مولانا بدایونی کی تقریر کو مولانا عبدالستار خان نیازی کے کھاتہ میں ڈال دیا ہے۔ ذہن نہیں مانتا کہ قصوری صاحب نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوگا۔ اگر یہ سہو بھی ہے تو غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل کا بے مثال مظاہرہ ہے۔ ہم اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ قصوری صاحب اپنی اصلاح فرمالیں تا کہ نئی نسل تک صحیح معلومات پہنچ سکیں۔

کام ابھی تک نہیں ہوا[1]، نیز ہمارے مورخین نے تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں مولانا بدایونی اور ان کے رفقاء کے کام کا صحیح جائزہ نہیں لیا، تاہم خواجہ رضی حیدر، سابق ڈپٹی ڈائریکٹر، قائداعظم اکیڈمی کراچی پاکستان نے مولانا عبدالحامد بدایونی اور تحریکِ پاکستان کے عنوان سے اس کا ایک جائزہ پیش کیا ہے[2]۔ مذکورہ احوال کے پیشِ نظر ہی نامور محقق حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے اسے ایک عجیب حادثہ قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ جہاد پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں اور علمی محاذ پر نبرد آزمائی کرنے والوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔

## ختم نبوت کی تحریک کے درخشندہ ستارے

حضرت بدایونی ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت بھی تھا۔ چنانچہ آپ وہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے سالانہ اجلاس ۳۰ر جولائی ۱۹۴۴ء منعقدہ لاہور میں مرزائیوں کو مسلم لیگ سے خارج کرانے کی ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا۔ یہ بات کونسل کے ایجنڈے میں درج کر لی گئی، جب قادیانی اُمت کو اخبارات کے ذریعے اس قرارداد کا علم ہوا تو ''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام'' لاہور کے جنرل سیکرٹری (ڈاکٹر شیخ) محمد عبداللہ نے قبل از مرگ واویلا کے مصداق، مولانا بدایونی علیہ الرحمہ کے خلاف ایک سولہ ورقی پمفلٹ ''ممبران آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی خدمت میں ضروری گذارش'' کے عنوان سے علمی پریس میں چھپوا کر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ اس کتابچہ میں اصل قرارداد کا متن بھی شامل ہے، جو درج ذیل ہے۔

> حضرات! لیگ کے آئندہ اجلاس کا جو ایجنڈا اخبارات میں شائع ہوا ہے اس میں یہ ایک نہایت اہم قرارداد مولنا عبدالحامد صاحب بدایونی کی طرف سے درج ہے کہ:-
>
> ''چونکہ دنیائے اسلام اور ہر طبقہ وخیال کے مقتدر علمانے متفقہ طور پر

---

[1] ایچ - بی - خان: 'برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار (بیسویں صدی میں ۱۹۴۰ء تک)'۔ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد۔ طبع اول ۱۹۸۵ء: مقدمہ صفحہ'ل'

[2] تفصیلات کے لیے دیکھیے: 'تحریکِ پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے کردار کی ایک جھلک'، مرتب ظہور الدین خاں امرتسری، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور ۲۰۰۵ء

فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکار (پیرو) دائرہ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا انہیں مسلم لیگ کے دائرے میں شرکت کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اب قادیانیوں کی مسلم لیگ میں شمولیت یا عدم شمولیت کے متعلق بعض حلقوں میں بڑا چرچا ہے اس لیے آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ علماء اسلام کے متفقہ فیصلہ کے مطابق (کے احترام میں) کوئی قادیانی مسلم لیگ میں شریک نہیں ہو سکتا۔''

۲۰ر جولائی ۱۹۴۴ء کے روزنامہ ''زمیندار'' نے بھی مذکورہ قرارداد کو بڑی اہمیت دی اور اسے ''قادیانیوں کے اخراج سے متعلق قرارداد'' کے جلی عنوان سے شائع کیا۔ ''کاروانِ احرار'' کے مرتب جانباز مرزا جلد ششم (طبع اوّل، لاہور ۱۹۸۲ء) میں رقمطراز ہیں کہ جب مولانا عبدالحامد صاحب نے اپنی قرارداد پیش کی، تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی۔ شائع شدہ ایجنڈا میں مرزائیوں کو مسلم لیگ سے خارج کرنے کا ذکر کیا گیا، مگر جب وقت آیا تو مسٹر جناح کی آواز لیگ کے اندر اور باہر سب علماء کی آواز سے زیادہ کارگر نکلی۔

آگے چل کر مرزا صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ اس قرارداد کے پیش نہ ہونے پر روزنامہ ''زمیندار'' نے اپنی ۱۱ر شعبان ۱۳۶۳ھ (۳۱ر جولائی ۱۹۴۴ء) کی اشاعت میں پریس نوٹ لکھا۔ عنوان تھا:

''مسلم لیگ اور قادیانی''

''مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی وہ قرارداد پیش نہ ہو سکی جس کے ذریعے سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ قادیانی چونکہ خارج از اسلام ہیں، لہٰذا انہیں مسلم لیگ کی رکنیت سے نکال دیا جائے۔ یہ قرارداد اپنی اہمیت کے اعتبار سے فوری توجہ کی مستحق تھی۔ لیکن بدقسمتی سے جدید تعلیم کے دلدادہ قادیانی اور اسلامی اختلافات کو شیعہ سُنّی مناقشت کی طرح محض فرعی مسئلہ سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے وہ صحیح اندازہ لگانے سے قاصر ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص مرزائی نہیں ہو سکتا جب تک وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر قرار نہ

دے لے اور یہ قادیانیت کے بنیادی عقیدے کا تقاضا ہے۔ کیونکہ مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو ''نبی'' سمجھتے ہیں اور نبی کا منکر مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جب قادیانی مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان نہیں سمجھتے، مسلمان کو کافر کہنے والا بھی کسی صورت میں مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس اختلاف کے باعث قادیانیت اور اسلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نہ قادیانی کو مسلمانوں سے کوئی مجلسی تعلق ہوسکتا ہے۔ نہ مسلمانوں کے کسی ادارے میں قادیانی کو رہنا چاہئے اور خلیفہ قادیان تو پاکستان کی مذمت کر کے مسلم لیگ سے بے تعلقی کا اظہار کر چکے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اس مجلس سے علحدہ رہنے کا مشورہ دے چکے ہیں۔ ان حالات میں مسلم لیگ کو تو خاص طور پر قادیانیت سے قطع موالات کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے تغافل نے ان غلط فہمیوں کا دائرہ خود ہی وسیع کر دیا ہے، جو مسلم لیگ کے مخالفین پھیلا رہے تھے۔ اس فرض ناشناسی سے مسلم لیگ کے وقار و اقتدار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ صحیح الخیال مسلمان مضطرب ہوئے بغیر نہ رہیں گے اور اس اضطراب کا اثر یقیناً ناگوار ہوگا۔ مقام حیرت ہے کہ جب مسلم لیگ محض فرعی و جزوی اختلاف کے باعث مسلمان خاکساروں سے قطع تعلق کا اعلان کر سکتی ہے تو غیر مسلم قادیانیوں کے متعلق کیوں خاموش ہے۔ شاید اس نے مسئلے کی نزاکت کا اندازہ نہیں لگایا۔ قائداعظم کا فرض ہے کہ قادیانیت کے متعلق مسلم لیگ کی پوزیشن واضح کریں ورنہ اس افسوس ناک 'رواداری' کے نتائج بہت زیادہ افسوسناک ہوں گے۔''[1]

مسلم لیگ تو یہ کام نہ کر سکی۔ بے شک ہر کام کے لیے قدرت کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس طرح اس کام کی سعادت بھی روز اوّل سے کسی خوش نصیب کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے لیے ۱۹۷۴ء کا سال مقدر تھا اور اس کام کی سعادت بھی مولانا بدایونی ہی کے ایک تربیت یافتہ باصلاحیت، محنتی اور فعال جواں سال اسکالر

---

[1] کاروانِ احرار، جلد ششم (مرتب) جانباز مرزا۔ مکتبہ تبصرہ، لاہور۔ ص ۲۸۷ اور ۲۸۸

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (یکم اپریل ۱۹۲۶ء-۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء) کے حصے میں آئی جب ان کی تحریک پر ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء میں (جولائی ۱۹۴۴ء کے ۳۰ سال ۲ ماہ بعد) پاکستان کی قومی اسمبلی نے منکرینِ ختمِ نبوت کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کر دیا جو ہماری مذہبی سیاسی تحریک کا بلاریب ایک روشن باب ہے، جس کی تفصیل محمد احمد ترازی صاحب کی تالیف ''تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ'' (طبع کراچی، ۲۰۰۸ء) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت میں آپ نے بڑا نمایاں حصہ لیا، اس تحریک کے وہ ایک اہم رہنما تھے۔ آپ ختمِ نبوت کے مسئلہ پر کسی قسم کی مصالحت یا رعایت کے حق میں نہیں تھے اور اپنی تقاریر میں بار بار ختمِ نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کو سرکاری طور پر کافر قرار دینے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ تحریک کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں مولانا ابو الحسنات قادری کے ساتھ نظر بند رہے، ان کی مدبرانہ فراست نے پورے ملک میں اس تحریک کو مقبول بنایا۔

## مولانا بدایونی بحیثیت ادیب، شاعر و مصنّف

مولانا بدایونی جہاں ایک شعلہ بیان مقرر تھے وہاں وہ ایک بہترین مصنف، نعت گو شاعر اور ادیب بھی تھے۔ ان کی مشہور تصانیف میں نظامِ عمل[1]، بالشویزم اور اسلام، مرقع کانگریس، خطبۂ صدارت پاکستان کانفرنس ۱۹۴۱ء بمقام لدھیانہ، تاثرات چین، تاثرات روس، ممالکِ عربیہ اور ایران کا سفر نامہ، فلسفۂ عباداتِ اسلامی اور کتاب و سنت غیروں کی نظر میں شامل ہیں۔ آخر الذکر دونوں کتب آپ کے حبسیۂ ایام کی یادگار ہیں جیسا کہ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا خود ہی فرماتے ہیں:

''اگرچہ جیل کی پابندیوں میں کتاب کا ذخیرہ مواد مشکل تھا مگر پھر بھی اللہ کا نام

---

[1] یہ کتاب شائع ہوئی تو علامہ محمد اقبال نے اپنے ایک مراسلہ مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۳۶ء میں مولانا بدایونی کے نام لکھا:
''آپ کی کتاب ''نظامِ عمل'' میں نے دیکھی۔ اس زمانہ میں جب کہ احکامِ دین سے بے خبری عام ہوگئی ہے، آپ کی کتاب عام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرقع ثابت ہوگی۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔'' (کلیات مکاتیب اقبال (جلد چہارم) مرتبہ سید مظفر حسین برنی۔ اردو اکادمی دہلی ۱۹۹۸ء، ص ۶۰۶)

لے کر بعض رسائل واخبارات کی مدد سے قیام جیل کے زمانہ میں جہاں دوسری تالیفات مرتب کیں وہیں یہ تالیف بھی تیار ہوگئی۔" (کتاب وسنت غیروں کی نظر میں، ص ۹۴)

## مولانا کی غیرت ایمانی کا مظہر ایک واقعہ

قبل اس کے کہ زیرِ نظر تالیف کے بعض اہم مندرجات پر روشنی ڈالیں، ہم اس وقت مولانا بدایونی کی سیرت سے ایک اہم واقعہ قلم بند کریں گے، جس کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جسے تحریکِ پاکستان کی ایک مشہور کارکن نور الصباح بیگم نے اپنی کتاب 'پاکستان کی مشہور شخصیتیں میری نظر میں' مطبوعہ لاہور (جوان کے چشم دید واقعات پر مشتمل ہے) میں ایک نکاح کی منعقدہ تقریب کے حوالہ سے قلمبند کیا ہے، جس میں مرحوم چودھری خلیق الزمان وغیرہ مسلم لیگی اکابر شریک تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ مصر کے ایک محمد رمضان نامی راہنما کراچی میں ایک اسلامی اجتماع (شعوب الاسلامیہ) میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے، ان کی شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اس لیے وہ اپنی ہونے والی بیوی فاطمہ کو ہمراہ لے آئے۔ آگے چل کر نور الصباح بیگم رقمطراز ہیں کہ

> "پیر علی محمد راشدی نے ہوٹل میٹروپول میں اس شادی کا انتظام کیا اور معززین شہر اور ان کی بیگمات کو مدعو کیا۔ دُلھن کو تیار کر کے لانا ہمارے سپرد تھا۔ وہ مصری دُلھنوں کے سفید لباس میں جو بالکل یورپین دُلھن جیسا تھا، سر پر رومال لگا کر تیار ہوئی اور بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ہم نے لا کر اس کو محفل میں دُلھا کے قریب صوفے پر بٹھا دیا۔ اتنے میں نکاح پڑھانے مولانا عبدالحامد بدایونی تشریف لائے۔ اور جیسے ہی ان کی نظر محفل میں بیٹھی بے شمار خواتین پر پڑی اور دُلھن کو انہوں نے دیکھا جو کھلے مُنہ دُلھا کے پاس بیٹھی تھی۔ لاحول پڑھتے ہوئے واپس چلے گئے بہتیرا ان کو راشدی صاحب نے سمجھایا کہ یہ تو مصری لڑکی ہے مگر انہوں نے کہا میں ایسا نکاح نہیں پڑھا سکتا جہاں تمام عورتیں اور دُلھن بے پردہ ہو۔"

اب ذرا مذکورہ بالا ماحول کا جائزہ لے کر آپ اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑایئے، ہم میں کتنے علما

ایسے ہوں گے جو اس معیار پر پورا اتریں۔ روزنامہ 'امروز' لاہور، ۹ر اپریل ۱۹۸۰ء میں پاکستان کے ایک مشہور قاری اور قاریہ کے دورۂ ملائشیا کی ایک تصویر شائع ہوئی تھی جس میں قاریہ موصوفہ نہ صرف یہ کہ کھلے منھ مسکرا رہی ہیں بلکہ ملائشیا کے بادشاہ سے باقاعدہ مصافحہ کر رہی ہیں[1]۔ انا للہ......

## نمونۂ سلف صالحین

مولانا بدایونی کی غیر معمولی دینی غیرت وحمیت اور مومنانہ حق گوئی دیباکی کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ دورِ زوال میں وہ حق گو، حق پرست اور حق شناس علما کی ایک مثال تھے۔ آپ کی ذات آج کے اساتذہ، علما، سیاسی رہنماؤں اور عامۃ المسلمین کے لیے منارِ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ یقیناً ایسی ہستیوں کے کارناموں سے آگہی و آگاہی مزید توجہ کی مستحق ہے۔

## دین وسیاست میں علاحدگی کیوں؟

مولانا عبدالحامد بدایونی نے زیرِ نظر کتاب (جس کا انگریزی ترجمہ The Philosophy of the Islamic Prayers کے نام سے شائع ہو چکا ہے) میں جہاں اسلامی عبادات کے جیتے جاگتے فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے وہاں اُمتِ مسلمہ میں در آنے والی بعض خرابیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ مذہب اور سیاست کو الگ الگ خانوں میں بانٹ کر دین کی اصل کو نقصان پہنچانے کے مرتکب ہو رہے ہیں، ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے، جو اسلام کو محض چند مذہبی رسوم کا مجموعہ تصور کر بیٹھا ہے۔ اس انبوہ کا یہ اندازِ فکر سراسر غلط اور خلافِ اسلام ہے۔ اسی لیے مولانا بدایونی فرماتے ہیں۔ ''اسلام جہاں روحانی اخلاقی تعلیم دیتا ہے وہیں تمدّنی، معاشرتی، تعلیمی، صنعتی، اقتصادی، تجارتی، سیاسی مسائل پر مکمل اصول پیش کرتا ہے۔ دین ودنیا کو ساتھ لے کر چلتا ہے وہ دوسرے مذاہب کی طرح رہبانیت نہیں سکھاتا بلکہ وہ ہدایت کرتا ہے کہ جو مسلمانوں کا امام وخطیب ہو وہی اُس کا سیاسی قائد بھی ہو۔'' الخ (فلسفۂ عباداتِ اسلامی، ص ۳۲)

بدقسمتی سے ہمارے ہاں بعض تبلیغی اور اسلامی تنظیمیں جو احیاے سنّت کی علمبردار ہیں، ان کی

---

[1] تصویر کے Caption کی عبارت یہ ہے۔ 'ملائشیا کے بادشاہ تنکو عبدالحلیم معظم پاکستان کی قاریہ زہرہ قاسمی سے ہاتھ ملا رہے ہیں ان کے ساتھ قاری احمد میاں تھانوی بھی کھڑے ہیں'۔

دعوت وتبلیغ میں اسلام کے قانون، اس کے اجتماعی عدل، معاشی مساوات اور معاشرتی نظام کی بات نہیں کی جاتی۔ ان کا خیال ہے کہ یہ تمام دنیوی امور ہیں جو سیاست کی مد میں آتے ہیں اور ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، ہمارا کام تو صرف نماز، نکاح، جنازہ اور ختم درود ہے یا پھر تسبیح و جاپ!...... ایسی روش یقیناً بے بصیرتی کی غمازی کرتی ہے۔ مولانا سلیمان اشرف فرماتے ہیں:

''احکام شرعیہ سے جو حضرات کہ ناواقف ہیں، اور اُنھیں توفیق اِس سے آگاہی کی بھی نہیں ہوتی، وہ بربنائے جہل مرکّب یہ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام صرف تزکیۂ نفس سکھلاتا ہے باقی اُسے دنیاوی (دنیوی) امور میں کوئی دخل نہیں۔ اِس تیرہ صدی میں جبکہ الحاد وجہل کی گھٹا مسلمانوں پر اُن کی بدنصیبی کی طرح چھائی ہوئی ہو اس طرح کی آوازیں اور بھی اسلام سے بے پروا کرنے والی ہیں۔'' [1]

محولہ بالا اقتباس میں فاضل شہیر سیّد سلیمان اشرف صاحب نے ان لوگوں کے عمل کو 'جہل مرکب' سے تعبیر کیا ہے، جس کے معنی ہیں دہری یا دوگنا جہالت یعنی ایک تو جاہل ہونا اور دوسرے اپنے آپ کو عالم وفاضل سمجھنا۔ کسی پرانے استاد کا شعر ہے۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ داند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

''یعنی وہ شخص جو نہ جانتا ہو اور وہ یہ سمجھے کہ وہ جانتا ہے، وہ ہمیشہ جہل مرکب میں رہتا ہے۔''

## رائج الوقت خانہ ساز پیری ومریدی

زیرِنظر کتاب کے آخر میں مولانا بدایونی نے علماء ومشائخ کو ہدایت کے تحت ان حضرات کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف مبذول کروائی ہے، جو فی زمانہ ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ مسلم معاشرہ کے وہ عناصر جو 'جہل مرکب' میں مبتلا ہیں، نے عامۃ الناس کی سادہ دلی کا فائدہ اٹھا کر پیری مریدی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے فرمودات بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، مثلاً ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں تحقیق اللہ کے نبی داؤد

......................

[1] 'البلاغ'، مشمولہ 'اسلام وخلافت'۔ مطبع احمدی، علی گڑھ۔ طبع اوّل، سنہ ندارد، ص ۹

علیہ السلام ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔

سید فاروق القادری صاحب کا خیال ہے کہ مروجہ پیری مریدی نے اب با قاعدہ اداروں کی شکل اختیار کر لی ہے اور بعض سجادگان نے اقتدار اور روپے پیسے کے حصول کو اپنا مقصد حیات بنالیا ہے۔ انہوں نے بزرگوں کی علمی و روحانی خدمات کو اچھی طرح کیش کرانے کے لیے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں، مدارس کا قیام صرف بہانہ رہ گیا ہے، مقصد اپنی پیری مریدی چمکانا، گدیاں قائم کرنا، سادہ لوح لوگوں کا استحصال کرنا، اندرونی بلکہ ظاہری طور پر ہر حکومت کو آب ودانہ مہیا کر کے گھٹیا مفادات حاصل کرنا انہوں نے وظیفۂ حیات بنالیا ہے۔ سچ کہا ہے حضرت اقبال نے

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن! [1]

مذکورہ طبقہ سے اقبال سخت نالاں تھے۔ صاحبزادہ سلطان احمد کے حوالہ سے مرحوم ڈاکٹر وحید عشرت (م-۲۰۰۹ء) نے اپنے ایک مضمون 'خانقاہ' میں ایک تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھا کہ

> صاحبزادہ سلطان احمد نے خانقاہی نظام کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ طبقہ جنہوں نے اپنے مشن کو درست طور پر سمجھا اور وراثت کی بجائے امانت الٰہی تصور کیا اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حقیقت دین کو اپنایا......
> دوسرا طبقہ وہ تھا جو بیچارہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہ بنا سکا اور وہ اپنے اجداد کی وراثت پر ریجھ گیا۔ اور اس نے اسے بادشاہوں کی وراثت کی طرح اپنی وراثت اور حق تصور کیا، جہاں سے وہ ساری قباحتیں پیدا ہوئیں جو موروثی نظام کا لازمہ ہیں اور اس سے یہ ادارہ باعث تنقید بنا۔ روحانیت غائب ہوگئی اور پیروں کی اولادیں تعویذ، دھاگے اور پھونکوں اور گنڈے وغیرہ کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنانے لگیں۔ وہ انہیں لوٹنے، مال سمیٹنے اور جنسی اباحت کا ذریعہ بنانے لگیں جہاں سے یہ ادارہ بدنام ہو گیا۔ اقبال نے اسی وجہ سے اس ادارے کو ہدف تنقید بنایا اور باغی مُرید کے عنوان سے بال جبریل میں نظم درج کی۔
>
> ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
> گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!

---

[1] محمد فاروق القادری، سید، 'اصل مسئلہ معاشی ہے'۔ ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔ بار اوّل ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۲-۱۵۳

شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانندِ بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن!
نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

(بال جبریل، ص۱۶۶)

پیروں کی لوٹ کھسوٹ سے اقبال کا دل دکھتا تھا، سندھ، پنجاب اور برعظیم کے تمام حصوں میں تصوف، روحانیت اور مذہب کے نام پر ظلم کا ایک نظام قائم ہے۔ پھر ان پیروں کی جاگیرداری، جاگیرداروں اور حکمرانوں سے مصاحبت اور اپنے مریدوں کے حالات سے اغماض، اقبال جیسے حساس دل کے لیے تکلیف دہ بات تھی۔ اقبال درست طور پر یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے زوال کا باعث سلطانی اور ملائیت کے ساتھ یہ ریاکار پیری بھی ہے۔ چنانچہ ارمغان حجاز میں ''آوازغیب'' میں لکھتے ہیں:

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتۂ سلطانی و مُلّائی و پیری

(ارمغانِ حجاز، ص۲۸)

یعنی مسلمانوں میں خرد افروزی، اجتہاد اور آئینہ ضمیری کے لیے زہر قاتل مسلمانوں کے تین ادارے ہیں ایک مطلق العنان سلطانی، بادشاہت یا ملوکیت، جواب بھی مسلمانوں میں ملوکیت، فوجی آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کی صورت میں موجود ہے جو مسلمانوں کو متحد بھی نہیں ہونے دیتی اور مسلمانوں میں ترقی اور خوشحالی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ دوسرا ادارہ ملائیت ہے جو حکمرانوں کی خواہشوں کے مطابق حیلہ گری سے دین کی غلط تعبیرات اور تاویلات سے ان کے ہاتھ مستحکم کرتی ہے اس بارے میں بھی اقبال نے کہا:

احکام ترے حق ہیں، مگر اپنے مفسّر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند!

(بال جبریل، ص ۲۰)

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر وحید عشرت رقمطراز ہیں:

اقبال نے ان بادشاہوں کی بھی تعریف کی جنہوں نے مسلمانوں اور اسلام کی ترقی اور فروغ کے لیے کام کیا۔ ان علما کو بھی سراہا جنہوں نے اسلام اور علم و دانش کی خدمت کی اور ان صوفیہ سے بھی اظہار عجز کیا جنہوں نے دین کی صحیح تصویر پیش کی۔ ان میں حضرت نظام الدین اولیا، حضرت داتا گنج بخش، حضرت احمد سرہندی اور حضرت معین الدین چشتی رحم اللہ علیہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ حتیٰ کہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خود ملنے گئے، تاج الدین ناگوری اور بوعلی قلندر کی بھی ستائش کی مگر ان پیروں کے خلاف جو جبہ و عمامہ اور تقدس کی چادر میں لوٹ کھسوٹ میں مصروف تھے ان کی نقابیں بھی اُلٹ دیں۔ اٹھارویں، انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی کے پیش نظر چاہتے تھے کہ یہ میدان میں نکلیں اور مسلمان کے پشتی بان بنیں۔ اس لیے انہوں نے کہا:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

(ارمغانِ حجاز، ص ۳۸)[1]

## نمایاں تر اسبابِ زوالِ اُمّت

مولانا حامد بدایونی بھی یقیناً اپنے رسالہ میں مولوی اور پیروں کے اسی طبقہ ہی سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں ایک طرف نہ صرف اللہ کی مساجد میں بیٹھ کر وعظ کہنے بلکہ قریے قریے شہر بہ شہر اسلام کی تبلیغ کرنے اور وہیں دوسری طرف خانقاہوں میں بیٹھنے والوں کا (الا

[1] وحید عشرت، ڈاکٹر۔ "خانقاہ"، قلمی مضمون مخزونہ ظہور الدین خاں

ماشاءاللہ) معتد بہ حصہ ایسا بھی ہے جس نے وعظ و نصیحت، رشد و ہدایت اور پیری و مریدی کو محض جلب منفعت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ یہ لوگ اپنا فرض منصبی ادا نہیں کرتے، نیز جب کبھی حق و باطل کا مقابلہ ہوتا ہے تو دنیا کمانے والے گھروں میں چھپے بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ملک میں بیداری کے لیے جب کوئی تحریک اُٹھتی ہے تو مذہبی اور تبلیغی جماعتیں خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی ہیں، آزاد عدلیہ کے حق میں شروع ہونے والی حالیہ تحریک کو ہی لیجیے، جناب طارق علی نے اپنی کتاب ''پُرزے ہوئے پیماں کتنے، پاک امریکہ تعلقات کی کہانی'' (طبع گڈبکس لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۱۸) میں رقمطراز ہیں۔ ''یہ مذہبی گروہ نہیں ہیں جنہوں نے مشرف حکومت کو للکارا ہے۔ یہ وکیل برادری تھی جس نے مشرف آمریت کو بے بس کر کے رکھ دیا۔'' نیز 'وکلا تحریک اور مذہبی جماعتیں' کے تحت ابوعمار زاہد الراشدی اپنی تصنیف ''جنرل پرویز مشرف کا دورِ اقتدار'' (الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ، طبع ۲۰۰۸ء) میں لکھتے ہیں۔ ''وکلا کی اس تحریک میں جو اپنے موقف کے حوالے سے بالکل درست اور قومی امنگوں کی ترجمان ہے، علمائے کرام کی دور دور تک نمائندگی موجود نہیں ہے۔ دینی حلقوں کی معروف قیادتیں اس کی صف اوّل میں کہیں نظر نہیں آرہیں، حالانکہ اپنے موقف اور کاز کے حوالے سے دستور کی بالادستی اور عدلیہ کی خودمختاری کے لیے سب سے زیادہ انہیں متحرک ہونا چاہیے تھا۔''

## نمونۂ کلام

سطور بالا میں آپ کی تصانیف کے ساتھ اس بات کا بھی ذکر آچکا ہے کہ آپ ایک قادرالکلام شاعر بھی تھے، آپ کا زیادہ تر کلام نعتیہ ہے۔ نعت کے علاوہ شاعری کی دوسری اصناف غزل، مرثیہ، منقبت، حمد اور سلام بھی آپ کے کلام کا حصہ ہیں۔ آپ کا کلام جذباتِ حامد۔ ''گلدستۂ تحیت'': (۱۳۳۷ھ) کے تاریخی نام سے ۲۰۰۴ء میں کراچی سے آپ کے نبیرہ جناب محمد شاہد عامر قادری نے شائع کر دیا ہے۔ حقائق و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ قیام پاکستان سے قبل آپ کا کلام برِعظیم کے مختلف رسائل و جرائد میں بھی چھپتا رہا ہے۔ ''جذباتِ حامد'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کہے گئے بعض سلام کے اشعار اس میں درج نہیں[1] اور کچھ نعتیں اس میں نامکمل

[1] تذکرہ شعرائے بدایوں (جلد اوّل) مرتبہ سید شہید حسین شہید بدایونی، شائع کردہ انجمن بدایوں کراچی۔ ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۸-۲۷۱

ہیں، جیسے ''موجِ نور'' میں چھپنے والی نعت بعنوان: معروضہ بدرگاہِ رسالت بوقتِ ولادت جو ذیل میں درج کی جارہی ہے، ملاحظہ ہو۔ ہم تبرکاً اِس نعت کے تمام اشعار نقل کررہے ہیں۔

جلوہ گر نورِ ہدایت کیجئے دُور دُنیا سے ضلالت کیجئے
یا رسولؐ اللہ نصرت کیجئے اپنی اُمت کی حمایت کیجئے
رحمتِ عالم خُدا کے واسطے دُور سب رنج و مصیبت کیجئے
دیجئے رحمت سے حصّہ دیجئے کیجئے ہم پر عنایت کیجئے
رحمۃ للعالمین فریاد ہے جلوہ گر پھر شانِ رحمت کیجئے
دولتِ دارین ہم سب کھو چکے کُچھ عطا اے خود بدولت کیجئے
مٹ رہی ہے آپ کی اُمت تمام وقت نُصرت ہے حمایت کیجئے
اپنے مسلم کی مدد کو آیئے دشمنانِ دیں کو غارت کیجئے
کافروں کے دل دہل جائیں حضور پھر عطا وُہ شان و شوکت کیجئے
یا عمر فاروقِ اعظمؓ المدد سخت مشکل ہے، اعانت کیجئے
یا علیؓ شیر خدا خیبر شکن دُور اُمت کی مصیبت کیجئے
غوثِ اعظم محی الدین والا جناب آیئے احیائے سنّت کیجئے
درد غم میں مبتلا ہوں یا نبیؐ
اپنے حامدؔ پر عنایت کیجئے[1]

## باہمی نفاق وافتراق

پاکستان میں ایک عرصہ سے اسلام دشمن طاقتیں افتراق بین المسلمین کی مہم میں سرگرم ہیں اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار کو ہوا دے رہی ہیں۔ بعض لوگ دانستہ یا نادانستہ مسلم دشمن تحاریک اور طاقتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ باہمی اختلافات کو اس قدر ہوا دی گئی کہ مذہبی تقریبات میں خون خرابا ہونے لگا، نوبت بایں جارسید کہ یہ گمراہ لوگ خودکش حملوں سے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے کے ساتھ ساتھ سرکاری اور غیر سرکاری املاک کو نقصان پہنچا رہے ہیں

[1] موجِ نُور (مرتب) محمد دین ادیب۔ طبع لاہور سنہ ندارد، شائع کردہ شیخ عبدالغفور ضیائی، مہتمم موجِ نور چکوال، ضلع جہلم۔

ہیں۔ایک طرف آج کی استعماری طاقتیں مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے اور ان کے اتحاد میں رخنے ڈالنے کے لیے بعض سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو سرمایہ فراہم کرتی ہیں تو ہمارے حکمرانوں کو بھی فرقہ بندی اور باہمی سر پھٹول راس آتی ہے کہ افراتفری میں اُن کے اللّے تللّے بے خطر چلتے رہتے ہیں۔کشت و خون کرنے والوں میں وہ عنصر صفِ اوّل میں نظر آتا ہے جس نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا[1]۔ الحاج شیخ سعادت علی کے بقول...... تحریکِ قیامِ پاکستان کے وقت مسلمانوں میں صرف دو فرقے تھے ایک وہ جو پاکستان کے قیام کا حامی تھا اور دوسرا وہ جو قیامِ پاکستان کا مخالف تھا اور جس نے اپنا سیاسی وزن ہندو کانگریس کے پلڑے میں ڈال دیا تھا[2]۔

پاکستان تو بن گیا، ہمیں آزادی ایسی نعمت بھی میسر آ گئی، لیکن قوم کو یک جہتی، اتحاد اور جسدِ واحد بنانے والے علما کے جانشین آج اپنا فرض فراموش کر چکے ہیں، تو اندریں حالات بقول سید سبط الحسن ضیغم...... مولانا بدایونی ایسے راہنماؤں کی ضرورت شدّت سے محسوس ہو رہی ہے جو اکیسویں صدی میں مسلم پاکستان کو ایک مسلم ریاست میں تبدیل کریں جو انتشار اور فرقہ پرستی سے پاک، ایسی سرزمین ہو جو جاگیردارانہ اندھی اور جارحانہ سرمایہ داری سے پاک، صحیح معنوں میں حقیقی اسلامی فلاحی رفاہی ریاست (Muslim Welfare State) ہو جو ہر قسم کے استحصال سے مُبرّا ہو۔

..............................

[1] آخر یہ کون لوگ ہیں جن کو اس طرح نوازا جاتا ہے!۔۔۔ اور ان کا ماضی کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی پاک و ہند کے معروف و ممتاز نعت گو اور شاعرِ تحریکِ پاکستان حضرت علامہ ضیاء القادری بدایونی (م-۱۹۷۰ء) کی اس تحریر میں مل جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں:-

> ''دورِ آخر میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور سیاسی و ملکی حقوق کے حصول کے لیے، مسلم لیگ ایک نصبُ العین لے کر میدانِ عمل میں آئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ انگریز کے بنائے مذاہب اور فرنگی کے مُرغانِ دست پرور نے مسلم لیگ اور اُس کے نصبُ العین پاکستان کی شدید مخالفت کی، مگر سوادِ الاعظم اِسلام یعنی مذہب اہل السنّت والجماعت اور اُس کے علماء و مشائخ نے سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان حاصل کر لیا۔'' (مصباح الآخرت: الحاج علی حسین آبادی، سابق اُستاذ کمانڈ اینڈ اسٹاف کالج، کوئٹہ۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۴ء، تقریظ علامہ ضیاء القادری البدایونی: ص ٦)

''مولانا آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور علامہ مشرقی یہ سب لوگ مسلم لیگ کی حمایت کرتے تو ہندوستان کی تقسیم کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔'' (مضمون از عبدالرحیم اشرف، حکیم۔ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور ۲۴ رجنوری ۱۹۶۴ء، ص ٦)

[2] مضمون بعنوان: 'سلامتی کا راستہ یا بربادی کی راہ' از سعادت علی شیخ (روزنامہ جنگ لاہور، ۷ رمارچ ۱۹۹۱ء

## پیری میں بھرپور عملی جدوجہد اور وصال

الغرض مولانا بدایونی تحریکِ پاکستان اور جدوجہد آزادی کا ایک روشن باب تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے۔ اور مولانا ابوالحسنات قادری (م-۱۹۶۰ء) خطیب مسجد وزیر خاں لاہور اور علامہ سید احمد سعید کاظمی (م-۱۹۸۶ء) کے ساتھ مل کر ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی۔ ایک بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۲۱ رجولائی ۱۹۷۰ء مطابق ۱۴ار جمادی الاوّل ۱۳۹۰ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور تاریخ کا یہ درخشندہ باب ان کی زندگی کے ساتھ اختتام پزیر ہوا۔ ان کی تدفین ان کے قائم کردہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ، منگھو پیر میں عمل میں آئی، یہاں حکومت سندھ نے مولانا عبدالحامد بدایونی ڈگری کالج کھول دیا ہے۔ جناب صابر براری نے ان کے وصال پر درج ذیل اشعار کہے۔

آہ مولانا بدایونی عدم کو چل دیے — آپ کی فرقت میں ہے مغموم ہر خورد و کلاں
آپ تھے تحریکِ پاکستان کے اک رہنما — اور تحریکِ خلافت کے بھی تھے روحِ رواں
قائدِ اعظم شہید ملّت و علمائے دیں — آپ کی خدمات کے سب رہنما تھے قدرداں
عظمتِ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے — آپ نے جھیلی ہیں قید و بند کی بھی سختیاں

اس سے بہتر اور کیا تاریخ ہم صابرؔ کہیں
عالِمِ مشہور حامد عازمِ باغِ جناں [1]

۱۹۷۰ء

ظہورالدین خاں امرتسری
منصرم
ادارۂ پاکستان شناسی
لاہور
۳۱ رجنوری ۲۰۱۰ء

---

[1] تاریخ رفتگاں ۱۹۴۷ء-۱۹۸۵ء، طبع ادارۂ فکرِ نو کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۰۷

ڈاکٹر سید محمد قمر علی
(پروفیسر شعبۂ عربی، پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

# مولانا عبدالحامد بدایونی
# ایک بالغ النّظر مصلح

اسلام ایک متحرک اور قابل عمل فطرتی دین ہے، جو لوگ کائنات اور کائنات کے مرکزی کردار انسان کی تخلیق پر غور کرتے ہیں وہ بالآخر اپنے افکار کے مثبت نتائج اسلام کی تعلیمات ہی میں موجود پاتے ہیں۔

عقل، عمل اور جذبات میں جب توازن انسانی طبیعتوں کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے تو انسانی زندگی کا ایک فکری و عملی حوالہ مذہب کی صورت میں نظر آتا ہے، لیکن وہ انسان جو محض عقلیت پسندی پر اپنے افکار کو استوار کرتا ہے وہ ہمہ وقت تشکیک اور بے یقینی کے گرداب میں پھنسا رہتا ہے کیونکہ اس کے اندر کے جذبات اس کی عقل پرستی پر خاموش احتجاج کرتے رہتے ہیں اور انسان کبھی کبھار ان جذبات کو بھی تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے اور عارضی طور پر اپنی عقلی گھتیوں کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور جذبات کو ثقافت اور رسم و رواج نیز سماج کے تقاضے قرار دے کر نئے رنگ سے تسکین پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ حالات انسان کو بہر حال ایک غیر مستحکم سوچ اور بے ڈھب جذباتیت کے حوالے کر کے ایک غیر مفید اور غیر فعال شہری بنا دیتے ہیں۔

جب کہ مذہب انسان کی تمام جبلتوں کو فطرت حقیقی کے تابع نہایت مرتب اور مہذب انداز سے کیا کرتا ہے، اور اس تہذیب گری کی بنیاد ایمان قرار دیتا ہے۔ خوش قسمتی ہے تقسیم جبلت کی کہ عقل کا ایک پہلو جذباتیت اور انسانی تہذیب و فکر کے وجود کا اعتراف کرتا ہے اور مذہب کی مخالفت کے باوجود مذہب کی ضرورت انسانی معاشرے کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔ انسانی عقل کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے وجود کا ہمہ پہلو احاطہ کرنے سے قاصر ہے،

کیونکہ یہ چراغ راہ ہے، نور باطن نہیں ہے۔ نور باطن اور داخلی حسیات ایک حقیقت ثابتہ ہیں، اس لیے تبلیغ دین کے سلسلے میں ایک صاحب ایمان اور صاحب فراست مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسانی طبائع کی کمزوریوں اور نعمت باطنی کے ابلاغ کے تمام پہلوؤں سے پوری طرح سے واقف ہو تاکہ نعمتِ اعلیٰ کو ظرف اسفل میں منتقل کرتے ہوئے ناکامی سے کم سے کم دوچار ہو۔

اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کا فریضہ جس احسن اور موثر طریق پر صوفیۂ کرام نے سرانجام دیا ہے، اس کی مثال دیگر طبقات سے دینا تقریباً ناممکن نظر آتی ہے۔ صوفیۂ کرام نے ہمیشہ زمان و مکان کے احوال اور مکین اشرف یعنی انسان کے ظاہر و باطن کے احوال کا اندازہ کرنے کے بعد نعمتِ عظمیٰ ایمان و عمل کا ابلاغ کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ صوفیۂ کرام اپنے وقت کے بہت بڑے اور کامیاب ترین مصلحین ہوا کرتے ہیں، وہ اپنے مخاطب و مریض کے عقلی پیمانوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، ان کے نفس و روح کا پوری طرح سے جائزہ لیتے ہیں اور ان کی جذباتی دنیا سے بھرپور آگاہی حاصل کر کے ان تک نعمتِ دین و ایمان پہنچاتے ہیں۔ یہ ابلاغ نعمت ایک بڑا وسیع موضوع ہے، اس موضوع پر دسترس رکھنے والے لوگوں میں بڑے بڑے نباض وقت ہوا کرتے ہیں، جو شخص وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر رفتار زماں کا اندازہ نہ کر پائے وہ کبھی بھی اچھا مبلغ اور مفید مصلح نہیں ہو سکتا۔ وہ بزعم خویش مصلح ہوتا ہے، لیکن وہ فی الحقیقت بلحاظ انجام ایک خطرناک مفسد ہوتا ہے۔ برعظیم میں اصلاح و تجدید دین کی اکثر تحریکیں اسی حقیقت کی بھرپور غماز ہیں۔

چراغ مصطفویؐ سے ستیزہ کار شرار بولہبی اسی کو کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اصلاح کی مختلف تحریکوں میں معروضی حالات اور سطحی جذباتیت کو بہت دخل ہے اور بسا اوقات تحریر کا ملکہ اور تقریر کا بہاؤ چھٹ بھیا لوگوں کو قیادت پر اکساتا ہے اور بعض اوقات بے ترتیب تاریخ کا مطالعہ مصنف بننے پر آمادہ کرتا ہے۔ نہ جانے کتنے طوفان، تکمیل خواہشات کے ابھرتے ہیں، مچلتے ہیں اور ملی تباہ کاری کا سیاہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

پاکستان ایک ریاست خداداد ہے جس کے وجود میں صالحین کی دعاؤں کا نور ہے اور پاکیزہ عصمتوں کا خون ہے، اس کی مخالفت کرنے والے اپنے فعل مذموم پر نادم ہوتے تھے اور بھرے بازار میں تائب ہوتے تھے۔ وقت یہ ثابت کرے گا کہ پاکستان امۃ مسلمہ کی بقا کا ضامن ہے۔ عارضی احوال تو زیر و زبر ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن میر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ

فیض وعطا کی برکت سے بتکدۂ ہند میں سبز ہلالی پرچم، نبی ﷺ کا جھنڈا بن کر لہرائے گا۔

تحریک قیام پاکستان ایک حادثاتی تحریک نہیں تھی۔ وہ اہل حق کی جہد تسلسل کا ایک جدید مظہر تھی۔ اس سلسلے میں علما و مشائخ کی اجتماعی بھرپور جدوجہد نے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں کی نمایندگی کا وہ بھرپور اعزاز بخشا کہ دنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی مملکت نے جنم لیا۔

پاکستان بننے کے بعد یہاں پر دینی ترویج ورسوخ کے لیے بہت سی اہم ذمہ داریاں علما و مشائخ اور سیاستدانوں پر عائد ہوئیں، اور پاکستان بنانے والے علما و مشائخ نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی محسوس کیا۔ اپنے اس احساس کو عملی قوت میں بدلنے کے لیے انہوں نے اپنی جماعتی صف بندیوں کو از سر نو مرتب کیا۔ اور ملت کی اصلاح کے لیے قلمی ولسانی خدمات سرانجام دیں۔

ان بزرگ مشائخ وعلما میں ایک مشہور مجاہد ومفکر، لسان الہند مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل ہیں۔ مولانا بدایونی ایک بیدار مغز سیاستدان، باعمل شیخ طریقت اور صاحبِ علم وفکر عالم دین تھے۔ مسلمانوں کی ملی وسیاسی ضروریات کے لیے ہمہ وقت خدمت پر آمادہ رہتے تھے۔ سیاستدانوں اور علما و مشائخ کے باہمی تعلق کے لیے ایک مضبوط واسطہ تھے۔ بے خوف اور بے لوث ایک متحرک ملی مصلح تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان اور قلم کو قوم کی امانت سمجھتے تھے۔ ان کا ہر قول اور جملہ ملت کی تعمیر و دفاع کے لیے تھا۔ ایمان میں نہایت پختہ اور عمل میں بہت ہی راسخ، گویا ایک معیاری ومثالی مسلمان تھے۔ اور ایسے ہی مسلمان قیادت کی امانت اٹھاتے ہیں، جو مسلمان بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ رہتا ہے اسی کی امارت وقیادت بابرکت ہے، وہ درِ محبوب کا جاروب کش بھی ہوتا ہے۔ اور دیارِ محبوب کا سپاہی بھی ہے۔

ہے نثار آپ ﷺ کے در کا جاروب کش

ہے نثار آپ ﷺ کے شہر کا سنتری

درِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مدرسۂ مصطفوی ہے اسی پر شریعت اسلام کی آبیاری ہوتی ہے، جس مدرسہ میں قیل وقال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح موجود نہ ہو محض صنم کدۂ تصورات ہے۔ اسی لیے اقبال کا یہ شعر اپنے فکری وعصری تناظر میں پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

نظریہ پاکستان، تحریکِ پاکستان، قیام پاکستان دراصل ایک حقیقی تصور غلبۂ اسلامی اور مثالی فلاحی ریاست کا مربوط عمرانی و معاشرتی تاریخی سلسلہ ہے۔ یاد رہے کہ ایسے سلسلے صاحبان سلسلہ کی برکت سے مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک فلاحی رفاہی ریاست کے لیے افراد معاشرہ کا مہذب ہونا نہایت ضروری شرط ہے۔ ایسے افراد کی ذہنی، فکری اور عملی تیاری کے لیے علمی و تربیتی ماحول کا تعارف بھی ایک وسیع الفکر اور بالغ النظر صاحب روحانیت باعمل عالمِ دین کی ذات سے ہی ممکن ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ مولانا بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان اسلامی معاشرے کی قیادت کے لیے مطلوبہ تقاضوں کا بھرپور ادراک رکھتے تھے۔ اور مطلوبہ خواص کا مرقع تھے۔

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں ان کے علمی کام کا جائزہ لیا جائے تو تجزیاتی مضامین کا ایک سلسلہ رقم کرنا پڑے گا۔

فی الحال ان کی کتاب 'فلسفۂ عباداتِ اسلامی' کے بارے میں کچھ عرض کرنا مقصود ہے، اسلامی عبادات، اسلامی معاشرے اور اعتقادات اسلامیہ کی عملی غماز و نقیب ہیں۔

ان کی عقلی وجوہ کیا ہیں؟ اور

ان کے عملی فوائد کیا ہیں؟

بشری طبیعتیں ان کو کیسے قبول کریں؟ اور

معاشرے میں ان کے اجتماعی اثرات کیسے مرتب ہوں؟ اور

اس کے نتیجے میں مملکت و ریاست اسلامی کیسے فلاحی ریاست کی شکل پیش کرے؟ اور اہم ترین بات نظریے کی صداقت کے لیے وجودِ فطرت کا حوالہ بھی تو بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس بارے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ

اس فلسفۂ عباداتِ اسلامی میں جذب و ایمان کی روشنی کہاں سے میسر آئے گی؟ اور

وہ وجود روشن بشکل عملی اُسوہ کون ہے؟

دنیا کی انفرادی و اجتماعی قیادت کی دائمی ضروریات کیا ہیں؟

کس نے کیا سوچا اور کس نے کیا کیا؟

کون ناکام رہا اور کون کامیاب ہوا؟

ان سوالات کے جوابات 'فلسفۂ عباداتِ اسلامی' میں نہایت سادہ طبعی سے پورے اعتماد ایمانی سے

دینا مقصود ہیں۔ دیباچے میں مصنف نے یہ وضاحت کی ہے کہ انہوں نے یہ باتیں دو حصوں میں تقسیم کی ہیں، ضروری باتیں کتابِ موجود میں بیان کی ہیں اور زرا اگلے درجے کی باتیں دوسری تالیف کے لیے اٹھا رکھی ہیں۔

بس روایتی تعریفی جملوں کی ضرورت اس لیے محسوس نہیں کی جا رہی ہے کہ کتاب خود ایک معیار و اعتماد کا مرقع ہے کیونکہ مصنف خود ایک بین الاقوامی وسیع تناظر کا علمی امین ہے اور برِعظیم میں آزاد اسلامی فلاحی ریاست کی جنگ کا کامیاب بطلِ جلیل ہے۔

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ ط

# فلسفۂ عباداتِ اسلامی

مؤلفہ

مجاہدِ ملّت شیخِ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب
قادری بدایونی صدر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان و رکن
اسلامی مشاورتی کونسل حکومت پاکستان
( متوفّی ۱۹۷۰ء )

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ

ہم نے آیتیں مفصل بیان کر دیں نصیحت ماننے والوں کے لئے

# فہرست مضامین فلسفۂ عبادات اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

# مقدّمہ

اسلام دین فطرت ہے اس کے احکام وعبادات میں حکمتیں پائی جاتی ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن پر ہماری نگاہیں پہنچ گئیں، بعض کی حقیقتیں اور اسباب عام طور پر سمجھ میں نہیں آتے لیکن روحانی علوم کے ماہرین اُن سب کی گہرائیوں ماہیتوں سے باخبر ہیں۔ عصر حاضرہ میں حقائق اشیاء معلوم کرنے کے لئے شدید کاوشیں کی جارہی ہیں، کوئی سمندروں کے نیچے پہنچ کر تحقیقات کررہا ہے، کوئی چاند تاروں کی دنیا کا علم حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔

نظریہ یہ قائم ہوا ہے کہ جب تک نامعلوم اشیاء کی حقیقت کا مشاہدہ نہ کرلیا جائے اُن کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ایتھر (مادہ) کا تسلیم کرلینا ممکن ہے ایتھر کو کس نے بنایا وہ کس طرح خلق ہوا اس کے ذرّات کہاں سے آئے" کس نے انھیں جمع کیا" کون ان سب کو ایک نظام کے مطابق چلا رہا ہے، ایتھر خواہ انھیں نظر نہ آتا ہو وہ اس کی پوری طرح حقیقت ماہیت نہ بیان کرسکتے ہوں مگر اس کے باوجود ایتھر کے معتقد ہیں لیکن اس وسیع نظام کے چلانے والے خدا کے وجود کے منکر ہیں۔

اس مختصر سی تالیف میں اس کی گنجائش نہیں کہ باوجود باری تعالیٰ کے قدیم مادہ کے حادث ہونے پر دلائل عقلی پیش کئے جائیں، اگرچہ منطق کی ابتدائی کتابوں میں

اس موضوع پر سیر حاصل بحثیں کی جا چکی ہیں اور حضرات متکلمین نے وجود باری تعالیٰ کو قدیم مادہ کو حادث قرار دینے میں اتنی محنت و کاوش فرمائی کہ اب یہ عنوان پامال ہو چکا ہے۔

انسان اور اس کا وجود، اس کی تخلیق، بطن مادر میں ایک قطرہ سے اُس کا بننا، مدتِ معینہ تک پرورش پانا، کائنات اور اس کے ذرات، سبزہ و نباتات، باغ و باغات، آسمان، چاند، سورج، ستاروں کا ایک نظام، سمندروں کی روانیاں، زمین اور اس کی پیداوار، یہ تمام اشیا پیدا کرنے والے کی قدرت کے گواہ ہیں، اگر ایک تخت صانع کا پتہ دے سکتا ہے، ایک گھڑی اپنے کاریگر پر دلالت کرتی ہے تو کیا اتنا بڑا عالم اپنے بنانے والے کا ثبوت نہیں ؟

اب رہا ان اشیاء سے واقف و آگاہ ہو کر اُن کا تسلیم کرنا اور بغیر بتائے بدیہیات سے انکار کرنا کور باطنی ہے، جب تک کسی مسئلہ کے اس کے علم و فن جاننے والے سے معلوم نہ کیا جائے یا جو قواعد و ضوابط ایسے امور کی دریافت کے لئے وضع کر دئے گئے ہیں ان کے مطابق سعی نہ کی جائے علوم کا حاصل کرنا ممکن نہیں بغیر معینہ قوانین و اصول کے اگر عمر صرف کر دی جائے تب بھی نہیں کہا جا سکتا کہ تمامی اشیاء کا علم حاصل کر لیا۔ پھر تحقیق کے نظریات مختلف، ایک محقق و مفکر ایک ہی شئے کی کچھ تعریف کرتا ہے دوسرا اس سے مختلف۔ آج ایک تحقیق ہے، کل اُس کے خلاف، جب اتحادِ فکر و نظر نہیں، دعاوی و معتقدات میں یکسانیت نہیں، تو ان تحقیقات پر ایمان لانا کس طرح صحیح ہوگا!

اگر آنکھوں میں نور و ضیا، حاصل کر کے قوانین الٰہیہ کی تعلیم ہو تو کفِ دست کی طرح حقائق اشیاء کا علم ہو سکتا ہے۔ ان حقیقی علوم کو حضرات انبیائے کرام نے بارگاہِ قدس سے حاصل کیا اور اپنے مدارس رُوحانی میں تعلیم دی، تجربات و مشاہدات کرائے جو حقائق سمجھ میں نہ آتے تھے انھیں بخوبی سمجھایا آنکھیں جن چیزوں کو نہ دیکھ سکتی تھیں اُنھیں حجابات اُٹھا کر دکھا دیا۔

عصرِ حاضرہ کے محققین سراب کو دریا سمجھ کر اس کی طرف دوڑ رہے ہیں مگر حقیقی چشموں سے دور بھاگ رہے ہیں۔ تمام مخلوقات از خود ابھر سے نہیں نکل پڑی بلکہ کائنات اور اس کا سارا نظام خلاقِ عالم کے ماتحت چل رہا ہے۔ ایتھر اور اس کے ذرّات سب اُسی کے پیدا کردہ ہیں وہی سب کا خالق اور قدیم ہے مخلوق حادث۔ اختراعات وایجادات کرنے والوں نے بعض ایسی چیزیں تیار کیں جن کے متعلق دعویٰ تھا کہ یہ فنا نہ ہوں گی مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ پامال ہوئیں، قوی سے قوی مصنوعات زلزلہ کے ادنیٰ جھٹکے، سیلاب کے معمولی طوفان، آندھیوں کے ادنیٰ جھونکے، بجلی کی کڑک، اس کی ایک شعاع مستحکم قلعوں کو، نہ ٹوٹنے والے پہاڑوں کو، فولادی کارخانہ کو تباہ کر دیتی ہے، سیلاب کی تیز موجیں آندھیوں کے جھونکے بڑے بڑے شہروں، آبادیوں کو برباد کر کے سبق دیتے ہیں۔

"اے فانی انسان، اپنی کمزور طاقت پر غرور کرنے والے انسان تو خدا کی دی ہوئی عقل، اپنی تحقیق سے پوشیدہ اشیاء کا تو علم حاصل کر رہا ہے مگر خالقِ عالم پر ایمان نہیں لاتا۔ موت کی ایک ہچکی تجھے ختم کر دیتی ہے، تیرے جسم و بدن سے جیسے ہی روح نکلے تو تو بیکار محض ہو جاتا ہے نہ تیری عقل کام آئی، نہ تیری اختراعات موت کے چنگل سے بچا سکیں، تو زمین و آسمان کو مسخر کرتا تھا اب نہ ہاتھ اُٹھا سکتا ہے نہ ایک مکھی کو اُڑا سکتا ہے۔ تو حقائق اشیاء کے معلوم کرنے اور اُس کے جنون میں اب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اپنی ایجادات و اختراعات سے فائدہ پہنچانے کی بجائے انسانوں کا خون کر رہا ہے تو خود کو مہذب کہتا اور خود خلافِ انسانیت حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے انسانوں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کر رہا ہے۔

"اے انسان یاد رکھ تو فنا ہو جائے گا مگر خالقِ کائنات موجود رہے گا تو ملوکیت، شہنشاہیت پر مغرور ہے۔ خود کو فرعون صفت بنائے

ہوئے ہے یہ چاہتا ہے کہ دنیا تیرے سامنے سر جھکائے تجھے معبود سمجھے۔ تجھے خدا نے اپنا خلیفہ و نائب بنا کر اس لئے بھیجا تھا کہ تو خدا کی نیابت کرتا تو بجائے نیابت کے خدا بن بیٹھا ہے آج اپنی مادی طاقت و حکومت ایجادات پر اتنا نازاں ہے، کہ ہر قسم کے جبر و استبداد، ظلم و ستم کرنے کو جائز سمجھتا ہے۔

وہ دن قریب ہے کہ عالم موجودات کا پیدا کرنے والا تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہو کر فرمائے:

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

پس اے انسان تدبّر سے کام لے خدا فراموش نہ بن، بلاشبہ کائنات تیرے لئے ہے مگر تیرا وجود بھی تو کسی کے لئے ہے؟ غور و فکر کر، قدرت کی پیدا کی ہوئی اشیاء کی حقیقت معلوم کرنا برا نہیں، مگر حقائق کے پیچھے خالق کائنات سے دور نہ ہو۔ قرآن کریم نے جگہ جگہ سوچنے سمجھنے کی دعوت دی، مشکل سے مشکل مسائل کو چھوٹی چھوٹی مثالوں میں سمجھایا، وہ ایجادات و اختراعات کا مخالف نہیں "وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرما کر بشری قوتوں کو کام میں لائے، زمین و آسمان کی تسخیر کی دعوت دیتا ہے لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان تسخیر کے شوق میں خدا فراموش ہو جائے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ حقائق اشیاء کا جس قدر اور جتنا علم حاصل کرتا جائے وہیں خالق اشیاء کا یقین کرے، خدا کے احکام میں حکمتیں پوشیدہ ہیں حقائق مضمر ہیں بشرطیکہ عقلِ سلیم اور فکر صحیح سے کام لیا جائے۔

یہ تالیف کسی بنگلہ کوٹھی تفریح گاہ میں مرتب نہیں ہوئی بلکہ ایک ایسی جگہ اس کا سلسلہ شروع ہو کر انجام کو پہنچا جو شہر میں واقع ہوتے ہوئے بھی اہالیانِ شہر بلکہ شہری دنیا سے دور ہے نہ بچے ہیں نہ اہل و عیال حتیٰ کہ قلم و دوات کاغذ کی بھی

نگرانی ہوتی ہے، لکھنے والا جو کچھ لکھتا ہے اُسے بھی جانچا جاتا ہے یعنی ہم اور ہمارے رفقا ریں حضرت مولانا سید ابُوالحسنات صاحب قادری اور دیگر علمار کارکنان بسلسلۂ تحریک ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت جیلوں میں محصور ہیں اور وہ بھی ایسے خانہ بدوش کی زندگی کہ کبھی کراچی میں تو کبھی حیدر آباد و سکھر، لاہور میں بدلے جاتے رہتے ہیں۔ الحمد اللہ اس زندگی میں بڑا سکون ملتا ہے۔ سب سے دور رہ کر توجّہ یکسوئی کے ساتھ عبادت الٰہی یا د مصطفویؐ میں رہتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں تیسری بار یہ سعادت ناموس مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو ارتداد و کفر سے بچانے کے سلسلے میں حاصل ہوئی۔ اپنی اپنی کوٹھڑیوں، کمروں میں بند رہنا مصروف عبادت ہونا اس میں بڑا حظ و کیف حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے معمولات یہ ہیں صبح چار بجے سے اٹھنا ذکر خفی کرنا، پھر تلاوت کلام پاک، ادائے نماز کے بعد ختم دلائل الخیرات شریف و قصیدہ غوثیہ۔

ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں چائے تیار کرلی غنیمت ہے کہ یہاں کے عمّال نے ہمیں چولھے، وغیرہ کی اجازت دے دی ہے جو مکان سے منگوا لیا گیا ہے اسی پر کھانے کی سب چیزیں خود تیار کر لیتے ہیں اگر دروازے ناشتے سے قبل کھل جاتے ہیں تو تمامی رفقائے جیل ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرتے ہیں۔ کچھ گھنٹے مسائل علمیہ و سیاسیہ پر مذاکرات رہتے ہیں۔ حضرت مولانا سید ابُوالحسنات صاحب قادری نے ترجمہ اور تفسیر قرآن پاک کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ میں اپنے کمرے میں مطالعہ کتب اور سلسلۂ تالیف و تصنیف جاری رکھتا ہوں۔

رات کی تنہائیوں میں جب خیالات مزار شیخ یا آستانہ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ یا بارگاہِ مدینۃ الرسولؐ منتقل ہو جاتے ہیں تو جیل کے پہرہ داروں کے جوتیوں کی آوازیں بھی بُری معلوم ہوتی ہیں۔ اور بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے ؎

مزے مزے سے گذرتی ہے بیخودی میں امیر | خدا وہ دن نہ دکھائے جو ہوشیار ہوں میں

جیل جوازتکاب جرائم کرنے والوں کی سزا گاہ ہے وہیں رفع درجات اور توجہات کی یکسوئی کے لئے بہترین جگہ ہے۔ الغرض ہمارا شغل کراچی، سکھر، لاہور تمام مقامات کی جیلوں میں لکھنے پڑھنے کا رہا حتیٰ کہ ماہانہ گیارہویں شریف بارہویں شریف اور دیگر معمولات انجام دینے میں کافی سے زیادہ لطف آیا۔ اگرچہ ساتھیوں میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسنات صاحب قادری، صاحبزادہ سیّد فیض الحسن سجّادہ نشین آلومھار شریف علاوہ سب وہی ہیں جو قدم قدم پر نیاز گیارہویں، بارہویں عرس و نذر و نیاز سلام و قیام پر اچھتے رہے۔ البتہ مولانا عطاء اللہ شاہ ہماری محفلوں میں شریک رہتے سلام بھی پڑھتے فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے۔ ان کے بقیہ دوسرے ساتھی جیل میں بھی ہمارے معمولات سے دور۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ تالیف جیل میں مرتّب ہو کر ختم ہو گئی۔

ہر جگہ کے عمال کا طرز عمل ہمارے ساتھ اچھّا رہا۔ لکھنے پڑھنے کی سہولتیں سب ہی میسّر تھیں۔ بلکہ ہم لوگ اپنی مجلسوں کے لئے جو مٹھائیاں بناتے اُس میں عمال و قیدیوں کو بھی شریک کرتے۔ ہمارے وارڈوں میں دن کی نمازوں میں دوسرے قیدیوں کو بھی شریک کرتے۔ اُن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اعمال حسنہ کی تبلیغ کرتے۔ ہماری مختصر تبلیغ کا الحمد اللہ جیل کے قیدیوں پر اچھّا اثر ہوا۔

جیل میں ہم پر اس انقلاب ذہنی کا کافی اثر ہے کہ کبھی وہ وقت تھا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیت رسالت اور حضور کے ناموس شریفہ کی حفاظت کفّار و مشرکین کے زمانے میں ہم بہ بانگِ دہل کر لیتے تھے، مگر آج ہماری بدبختی ہے کہ ایک ایسے فرقۂ ضالہ کے متعلق جس کے کفر پر پوری دنیائے اسلامی اور سارے فرقے متفق ہیں کچھ کہنا لب ہلانا منع ہے جس کی تخلیق برطانیہ کے اشاروں پر ہ [illegible] سے آزادئ تقریر حاصل ہم پر پابندیاں۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ بہت جلد دنیا [illegible] سے [illegible] کو سزائیں ملیں گی۔

برطانیہ اور انگریزوں کے جن غلاموں نے اپنے خداوندوں کے اشارے پر ہم لوگوں پر مظالم ڈھائے ہیں وہ دیکھ لیں گے کہ نہ اُن کی کرسیاں رہیں گی نہ وزارتیں اور عہدے۔

خدائے جلّ وعلیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے اور ہمارا یہاں کا وقت عبادات میں صرف ہوتا رہے۔ باہر بھی جائیں تو ناموس مصطفٰےؐ کے داعی رہیں۔

ہم یہاں نہ تخریب پسندی کے تحت آئے نہ اپنا یہ عقیدہ کہ پاکستان کی سالمیت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے۔ وطن عزیز کے خمیر میں ہمارا خون شامل ہے پس کیسے ممکن ہے کہ اپنے ملک کی ہم کسی وقت بھی تخریب چاہیں مانا کہ اتفاقی طور پر اس وقت ہمارے ساتھ تحریک ناموس نبوی کی حفاظت کی خاطر ایسے حضرات شامل ہیں جن کا سیاسی مسلک ہم سے مختلف تھا۔ بلاشبہ وہ تحریک قیام پاکستان کے مخالف اور کانگریس کے ہمنوا تھے اور ہمارا تعلق قائدِ اعظم کی جماعت سے تھا۔ مذہبیات اور معتقدات میں بھی ہمارے اُن کے درمیان اختلافات تھے اور اب بھی ہیں لیکن حفاظت ناموس نبوی کا مسئلہ ایسا بنیادی مسئلہ تھا جس کے سبب سے ایک پلیٹ فارم بن گیا۔ دیگر مسائلِ سیاسی و مذہبی میں اُن کی راہ دوسری ہمارا مطمح نظر اور۔

ہم تو یہاں رہ کر بھی گیارہویں شریف، بارہویں شریف، پچیسویں کے جلسے کریں گے۔ ختم قصیدہ بردہ شریف اور صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے گا۔ شیرینی پر نیاز دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے اوراد کے اختتام پر اپنی مملکت کے تحفّظ و بقاء کی دعائیں ہوتی رہیں گی۔

فقیر محمد عبدالحامد القادری البدایونی
صدر مرکزی جمعیتہ علماء پاکستان

# فلسفۂ عبادات

عبادت انسان کے نفس کو مہذب بناتی ہے، اخلاقِ ذمیمہ ترک کرا کرا چھی عادتیں پیدا کرتی ہے۔ انسان اتنی دیر دنیا اور اس کی لذات سے دماغ کو پاک وصاف کر کے خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جس طرح ایک بادشاہ کے خوش ہو جانے سے خادم و نوکر کی زندگی سنبھل جاتی ہے اور وہ خوشنودی حاصل کر کے مراتب حاصل کرتا ہے، اسی طرح عبادت انسان کی بندگی کا اظہار خالق کے قرب کا ذریعہ ہے، رضائے الٰہی کا سامان ہے جتنا جتنا وہ قرب حاصل کرے گا اتنا ہی معزز ہوگا، دل میں ایک سرور پیدا ہوگا قلب پر نورانی شعاعیں پڑنے سے اُس کے اندر ایک انقلاب ہوگا۔ آنکھیں وہ سب کچھ دیکھنے لگیں گی جو نظر نہ آتا تھا اب اُسے نہ صرف حقائق اشیاء کا علم ہوگا بلکہ خالق کی جلوہ افروزیوں، ضیا پاشیوں، حقائق کے دریاؤں میں غواصیاں کر سکے گا حجابات اٹھیں گے۔ بے پردہ جلوے پاکر خالق و مخلوق کا مشاہدہ و معائنہ کرے گا، عبادت میں جس قدر مشق بڑھتی جائے گی، وجودِ خالق کا یقین ہوتا جائے گا، خودی مٹا کر خدائی کے راز سے واقف اور خدا سے متصل ہو جائے گا۔

جلوت و خلوت دونوں میں عبادت ہو سکتی ہے چونکہ اسلام اپنے متبعین میں اجتماعیت پیدا کرتا ہے اس لئے فرض عبادتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا اور نوافل کو خلوت میں پڑھنے کا، نوافل اس لئے بھی مقرر ہوئے کہ اگر فرض میں کوئی کمی رہ جائے تو نفل عبادات انھیں پورا کر دیں۔

## اذان

عبادات کو جماعتی صورت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے منادی اعلان کرتا ہے:-

"اے کاروبار دنیا میں مصروف رہنے والو! تمام کام چھوڑ کر خدائے بزرگ و برتر کی طرف جو سب سے بڑا اور لاشریک ہے آؤ اسی کی طرف دوڑو وہی تمہاری حاجتوں کو پورا کرتا ہے اُس کی طرف راہنمائی کرنے والے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔"
جو بندے اور خدا کے درمیان واسطہ ہیں انھوں نے ہم سب کو راہ ہدایت دکھائی انھیں کی بدولت ہماری خرابیاں دور ہوئیں۔

پھر یہ ندا کرنیوالا عبادت کے فوائد و ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:
"تمہاری فوز و فلاح اسی میں ہے کہ تم خدا کی طرف آؤ مگر یاد رہے بدن کے اعضا جسم کی ہر حرکت سے عاجزی ظاہر ہو زبان گواہی دے۔ مولا ہم شرمسار گنہگار جیسے بھی ہیں تیرے ہیں ہماری عبادتیں تیرے اور فقط تیرے لئے ہیں تو ہمارا مقصود ہے۔"

منادی حاضرین و غیر حاضرین کو دعوت فوز و فلاح دے چکا۔ جس قدر دربار میں حاضر تھے اِن پر بارگاہ قدس کی عظمت و کبریائی کا خیال و تصور آیا تو وہ خوفزدہ ہو کر "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہہ کر یقین کرتے ہیں کہ جب تک اس کی مدد نہ ہوگی بارگاہِ خداوندی میں کیسے پہنچوں گا۔ آداب شاہی کس طرح بجالاؤں گا میرے اندر اتنی قوت کہاں کہ احکم الحاکمین رب کے دربار میں حاضری دے سکوں۔

ندا سنکر حاضرین آہستہ آہستہ کہنا شروع کرتے ہیں۔
"اے میرے رب اس کامل دعا، نماز اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو وسیلہ اور مرتبہ عالی عنایت فرما اور بلند درجہ عطا کر حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو مقام محمود میں جس کا تو نے وعدہ کیا ہے قائم فرما ان کی شفاعت ہمیں نصیب کر تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

گویا یہ ایک دعا نامہ تھی جو بارگاہ الٰہی میں والہانہ انداز میں پیش کیا گیا عبادت اور اُس سے قبل ندا و اذان میں توحید کا اعلان کفر و شرک سے بیزاری

کا اظہار کیا جاتا ہے۔ نہ یہاں ناقوس کا شور ہے نہ گھڑیالوں کا زور، نہ سیٹیاں ہیں نہ جھانجیں، نہ تثلیث کے نام پر دعوت نہ آتش و ستارہ پرستی کا مظاہرہ بلکہ توحید اور خالص توحید ہے جس پر تمام مسلمان مجتمع ہوتے ہیں اور یہی ان کا شعارِ عبادت ہے۔

خوش بخت تھے وہ جو اس بلاوے پر تمام کاموں کو چھوڑ کر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوگئے بدنصیب ہیں وہ جو اپنی جگہ پتھر کی طرح جمے رہے کبھی ہماری اذانوں کی صدائیں شیاطین اور کفار کے دل ہلا دیتیں اور یہ نغمہ کعبہ سے شروع ہو کر عرش تک پہنچتا۔

"عرش تک پہنچی ہے کعبہ سے اذان کی آواز"

اذانوں کی آوازیں فضائے آسمانی میں گونجتی ہیں۔ دنیا کو بتاتی ہیں کہ موحدین کی عبادت کا وقت آگیا۔ دنیا کے کلیجے ان صداؤں سے ہل جاتے ہیں خصوصاً اس وقت کی اذانیں جب کہ تارے جھلملا رہے ہوں، چاندنی دامنِ شب کو لپیٹ رہی ہو۔ صبح کا سہانا وقت طائران خوش الحان اپنی اپنی دھن میں توحید کے نغمے گا رہے ہیں اگر کوئی حجازی لہجہ میں یہ نغمۂ توحید گائے تو یہ نغمہ سارے نغموں کو دبا لیتا ہے قلوب مسخر ہو جاتے ہیں۔

اس ندا کے بعد منادی دوسرا اعلان کرتا ہے کہ تم سب کی یاد ہوتی ہے ایک صف میں کھڑے ہو جاؤ۔ اب تم سب کو دربار احدیت میں پیش کرنے کے لئے امام آتا ہے جیسے ہی امام آیا مؤذن نے صفوں کو درست کر کے "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" کہا

**طہارت** سلاطین زمانہ کے درباروں میں جانے والے حاضری سے قبل غسل کرتے ہیں۔ منہ، ہاتھ، چہرہ دھوتے ہیں۔ بدن معطر کیا جاتا ہے۔ خوشنما صاف و شفاف لباس پہنتے ہیں۔ جب ہر امکانی

درستی و صفائی ہو گئی تو دربار کی حاضری کا قصد کرتے ہیں۔ پھر بھی خیال ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہماری کوئی چیز بُری معلوم ہو۔

پس اُس احکمُ الحاکمین رب کے دربار میں حاضری کے لئے جو تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا تمام طاقتوں قوتوں کا مالک ہے ضروری ہے کہ اعضائے بدن کو اچھی طرح پاک و صاف کیا جائے۔

جسم انسان میں اوّل ہاتھ ہیں جنھیں آگے بڑھانا ہوگا انھیں سے گناہوں میں پہل ہوتی ہے اس لئے حکم ہوا کہ ہاتھوں کی کثافت و معصیت کو توحید کے پانی سے دھوکر عہد کیا جائے کہ اب انھیں رب کی مرضی کے خلاف نہ بڑھاؤنگا ہاتھوں کے بعد زبان مصروفِ کلام ہوگی معروضات کے وقت وہ آلائشوں بدبوؤں سے پاک ہو۔ یہی زبان ہے جو تیزی دکھاتی ہے۔ اسی سے کلمۂ کفر کہا جاتا ہے۔ یہی چغل خوری، غیبت کرتی ہے۔ یہی آپس کے تعلقات کو خراب کراکر دوست کو دشمن، وفادار کو باغی۔ مظلوم کو ظالم، بے گناہوں کو اسیر جور و جفا بناتی ہے۔ یہی فریب و دغا کا آغاز کر کے نظام عالم میں انتشار و اختلاف پیدا کرتی ہے۔ ضرورت ہے کہ مالک حقیقی کے دربار میں متحرک ہونے سے قبل اس کی معصیتوں کو دور کر دیا جائے اور بتا دیا جائے کہ یہاں کے آداب مقرر ہیں جن کے مطابق مصروف کلام ہونا پڑے گا۔

باغِ وحدت کے مہکتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سونگھنے کا موقعہ ملے گا اس لئے ناک کا دھونا ضروری قرار دیا گیا کہ اب وہ ایسی خوشبو سونگھے جس سے دماغ و قلب معطّر ہو جائیں، تمام کثافت و گندگی دور ہو جائے۔

بارگاہ حقیقی میں چہرہ پیش کرنا ہے اس کا گرد و غبار دور کیا جانا لازمی ہوا آنکھ اس لئے وضع ہوئی تھی کہ اُسے مطلوب حقیقی کی دید سے بہرہ اندوز کیا جاتا مگر اس آنکھ کو کیسے کیسے مکروہ مناظر کی طرف اٹھایا گیا۔ تمام معصیتوں سے کنارہ کش ہو کر آنکھ ذاتِ باری تعالیٰ کے جلوؤں سے پُرنور ہوا چاہئے ہے۔

اس لئے اس کے سابقہ گناہوں کو پانی سے دھویا گیا اور اس قابل بنایا گیا کہ وہ حسن مطلق کے انوار کا جلوہ دیکھے۔

آنکھ جب کسی پر پڑتی ہے تو ہاتھ بڑھتا ہے اسی سے رشوت لی جاتی ہے چوری کی جاتی ہے یہی عورتوں کی عصمت دری کرتا ہے یہی جام توحید کی بجائے شراب کے جام لیتا ہے یہی مخرب اخلاق اور ننگِ انسانیت کام کراتا ہے۔ یہی وہ ہے جس کی کہنیاں مطلوب کے سامنے بھیک مانگنے کے لئے بڑھتی ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ کہنیوں سے اچھی طرح صاف کرکے دھویا جائے تاکہ پھر گناہ سرزد نہ ہوں۔

باریابی کے وقت فرامین شاہی کی تصدیق جہاں زبان سے کی جائیگی وہیں سر جھکا کر اقرار کرنا ہوگا۔ سر ہی ہے جس میں سودائے خام ہوتا ہے اسی کے ایک حصہ کو جسے دماغ کہتے ہیں مختلف قسم کے توہمات فاسدہ خیالات رذیلہ جمع ہوتے ہیں مسح کا حکم ہوا چونکہ سر سے عموماً کوئی خاص مخالفت سرزد نہیں ہوتی اس لئے متوسط درجہ کا حکم دیا گیا۔

پاؤں جسم کا زیریں حصہ ہیں یہی ہیں جو حرام کاریوں بداعمالیوں ہمہ قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں انھیں کو معصیتوں کی جانب متحرک کیا جاتا ہے عبادت میں انھیں پر ثابت قدمی کے ساتھ کھڑا ہونا ہے جسم کے نمایاں حصے پاک و صاف ہو چکے تو آخری و زیریں حصہ کو گناہوں سے دھویا گیا تاکہ اب یہ باطل کی راہ سے ہٹ کر صرف صراط مستقیم پر چلیں۔

اسلامی طہارت کے اجزار کی یہ مختصر کیفیت تھی جو پیش کی گئی جو بلاشبہ تمام اقوام و ملل کی طہارتوں سے افضل و اعلیٰ ہے بعض اقوام صبح کے نہانے کو جزو عبادت سمجھتی ہیں اور اسے بطور مثال پیش کرتی ہیں بلاشبہ غسل جسم کی کثافت کو دور کرتا کسل مٹاتا تر و تازگی پیدا کرتا ہے لیکن اسلام صبح سے شام تک پانچ بار جسم کے اعضا دھونے کا حکم دیتا ہے پھر وضو کے علاوہ

غسل کی علیحدہ تاکید کرتا ہے۔

**لباس** ہمارے یہاں جسم کی پاکی کے ساتھ جگہ لباس کا پاک ہونا ضروری ہے اگر جسم پاک ہے اور لباس پر نجاست موجود ہے تو عبادت نہیں ہوسکتی۔ اگر لباس پاک ہے مگر جگہ پاک نہیں تب بھی عبادت ناجائز۔

ہَون یا عبادت کے دوسرے مواقع پر گئو متر (گائے کا پیشاب) گوبر کا چھڑکنا آمیزش کرنا ضروری ہے یہاں ادنیٰ نجاست قریب نہیں آنے پاتی۔ وہاں پیشاب، گوبر کے بغیر عبادت نہیں۔ وہ پیشاب کو طاہر مطہر مانتے ہیں پس اس بیّن فرق کے بعد اندازہ کرو کہ اسلامی طہارت وعبادت کی مثال کسی دوسرے کے یہاں موجود ہے۔ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں نجاست وگندگی کی احتیاط نہیں اور لوگ اسلامی طہارت کو چھوڑ کر نصاریٰ کی گندگی اختیار کر رہے ہیں۔

**ستر** مرد وعورت کے اعضائے جسم کو معینہ ومقررہ حدود کے اندر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ برہنہ ہوکر جذبات میں برانگیختگی نہ پیدا کریں آج اگر برہنگی عام ہوجائے تو پھر انسان وحیوان میں بہت کم فرق باقی رہے گا۔ جس طرح کوئی عقل وفہم والا عام برہنگی کو پسند نہیں کرتا اسی طرح یہ بات بھی تسلیم کی جائے گی کہ ایک سلطان وبادشاہ کے دربار میں جاتے وقت انسان برہنہ نہ ہو جسم چھپا رہے گا تو بدن کی مخالفتیں دبی رہیں گی۔ مذہب اسلام نے باقتضائے ادب وتہذیب ستر چھپانا لازم کیا تاکہ اعضاء کی خواہشیں ظاہر نہ ہوں انھیں شورنہ کرنے دیا جائے بلکہ ان تمام مخالفتوں کو پردہ میں چھپائے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ مومن اپنے جسم کے اعضائے پر حجابات ڈالے ہوئے بدن کو چھپا کر مولا کے دربار میں حاضر ہو۔ پورے ادب واحترام کیساتھ بارگاہِ حبیب میں حاضری دی جائے۔

بعض اقوام مورتی پوجا کے وقت اسنھان جما کر لنگوٹ چڑھا کر جسم کو برہنہ رکھ کر مصروف عبادت ہوتی ہیں، لیکن اسلام حیا وشرم کے ساتھ

آداب عبادت مقرر کرتا ہے چنانچہ ستر کا چھپانا ہمارے یہاں ضروری ہے۔
ستر کا چھپانا مواقع عبادت کے علاوہ بھی لازمی و ضروری ہے۔ اسلام نے مرد و عورت دونوں کے لئے ستر کا چھپانا ضروری قرار دیا عصر حاضرہ کی تہذیب شیطانی میں مرد و عورت دونوں میں حیوان نما عریانی پیدا ہو رہی ہے مردوں میں پائجامہ کی بجائے پتلون چلے اب پتلونوں کی بجائے نیکر ایجاد ہوئے جن میں نیم عریانیت ہے، عورت جو پردہ و حجاب کا سراپا بنائی گئی تھی اسے تہذیب مغرب نے یہاں تک برہنہ کر دیا کہ وہ پارٹیوں جلسہ گاہوں میں سینہ کھول کر رانوں، پنڈلیوں کو برہنہ کر کے دریاؤں، نہروں، سمندروں پر مردوں کے ساتھ ایک خاص برہنہ لباس غسل پہن کر شریک ہوتی ہے۔
تہذیب مغرب کی لعنتیں بدکاریوں، حرام کاریوں میں شبانہ روز اضافہ کر رہی ہیں جن کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔ اسلام نے عبادات کے موقع پر ستر کا چھپا لازم کیا۔

**جہت کعبہ**

دنیا کے سلاطین و شہنشاہ اپنی خصوصی رہائش و ملاقات کے لئے کسی ایک خاص شہر و مقام جگہ کو معین کرتے ہیں۔ اور وہ مکان مرجع خلائق بن جاتا ہے کوئی نہیں کہتا کہ وہ جگہ کیوں معین کی گئی ہر شخص اسی سمت و مقام پر پہنچ کر ملاقات کر آتا ہے۔
خدائے برتر مکان و مکانیت سے مبرا ہے جہت کعبہ کی غرض یہ ہے کہ عبادت گزار کا دل یکسوئی کے ساتھ مصروف عبادت رہے۔ اگر عبادت کرنے والے پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ جس طرف چاہے منہ کرے تو کسے اطمینان نہ ہوتا وہ سوچتا سمتیں مختلف ہیں آگے، پیچھے، دائیں، بائیں کس طرف منہ کروں خدا ہی جانتا ہے کہ اُسے ان جہتوں میں کونسی مرغوب ہے۔ اس لئے جہت کا معین کرنا ضروری تھا، لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ کعبہ خدا کی عبادت کرنے کے لئے ایک سمت ہے مقصود رب کعبہ ہے۔ اگر سفر میں

سمت قبلہ نہ معلوم ہو اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو نمازی خود سوچ کر جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

## تکبیرات سے آغاز عبادت

ایک خادم اپنے آقا کے حضور، ایک ملازم افسر کے سامنے، محکوم حاکم کے دربار میں اس کی عظمت و شان کا لحاظ کرتے ہوئے بہتر سے بہتر الفاظ میں خطاب کرتا ہے۔

احکم الحاکمین مالک حقیقی کے دربار میں بندہ مومن اپنی عجز و کمتری خدا کی برتری کا خیال کرتے ہوئے عرض کرتا ہے۔

اے مولا! تو سب سے بڑا ہے تیری کبریائی و عظمت میں کوئی شریک نہیں۔

دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ حضوری کے وقت جب انوار قدرت کا ظہور ہوتا ہے تو شیاطین راستہ روک کر کہتے ہیں ہم دربار سے نکال دیئے گئے تجھے بھی نہ جانے دیں گے۔

ان کی شیطنت دیکھ کر "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" کہہ کر شیطان کو بھگایا جاتا ہے جب شیاطین بھاگتے ہیں تو نمازی آہستہ آہستہ کہتا ہے:

"اے اللہ جو رحمان و رحیم ہے میں تیرے ہی نام سے آغاز عبادت کرتا ہوں" "اے خدا تو پاک ہے تعریف کے لائق تو ہی ہے، برکت والا نام تیرا ہی ہے۔ تو بزرگی و عظمت والا ہے، تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں"

جب دیکھا کہ توجہات منعطف ہو رہی ہیں تو بندے نے حمد و ثنا کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا:۔

"اے جہانوں کے پیدا کرنے والے رب تمام تعریفوں کا مستحق تو ہے تو ہی رحمان و رحیم ہے۔ یوم الحساب کا بھی تو مالک ہے۔ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں تجھی سے مدد مانگتا ہوں صراط مستقیم دکھا راہ بھی ان کی جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جو تیرے مغضوب گمراہ تھے"

پھر قبولیت دعا کے لئے آہستہ سے آمین کہتے ہیں۔

**حمد کے بعد سورت کا ملانا**

ایک حکیم کے پاس مریض جب حاضر ہوتا ہے تو وہ مرض کے حالات بیان کرتا ہے طبیب نسخہ تجویز کر کے دوا پینے کی تاکید کرتا ہے۔ پرہیز اور استعمال کا طریقہ بتاتا ہے۔

انسان ہزاروں روحانی امراض میں مبتلا تھا اُس نے طبیب حقیقی کی طرف رجوع کیا طبیب بغیر حالات سے مریض کے امراض واسباب مرض سے واقف تھا اُس نے پہلے سورۂ شفا تجویز کی سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کے دوسرے اجزاء نسخہ میں شامل فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اس نسخہ کے پینے سے شفا ہوگی۔

**پرہیز**

طبیب مریض کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اُن اشیاء سے جو اس کے مرض کو بڑھانے والی ہوں پرہیز کی تاکید کرتا ہے جسمانی امراض کیلئے پرہیز لازمۂ علاج سمجھا جاتا ہے ممنوع اشیاء سے پرہیز کرنا ہر بیمار ضروری سمجھتا ہے۔

شرک کفر فسق ریا تکبر کینہ حسد جھوٹ غیبت شراب نوشی قماربازی زناکاری سودخواری یہ وہ امراض تھے جو انسان کی روح اور اس کے تمام اخلاق و عادات کو خراب کر رہے تھے ان سب سے پرہیز کرنا تجویز فرمایا گیا۔

**رکوع و سجود و قیام**

حمد و سورت پڑھ چکا تو خیال آیا دیر سے ہاتھ باندھے عرض کر رہا ہوں مناسب ہے سر جھکا کر ہو جاؤں اب وہ جھکا اور عرض کرنے لگا۔

"میرا رب بزرگ اور پاک ہے"

وہ سر جو کسی کے سامنے نہیں جھکتا اور اعضائے جسم میں معظم ہے اسے بھی مولا کے سامنے جھکا دوں۔ بیقراری بڑھتی جا رہی ہے، نہ کھڑے رہ کر چین آیا نہ رکوع میں تو اب اپنے مولا کی عظمت کا اعلان کر کے اس کے قدموں پر سر رکھ دیا سر جھکا دیکھ کر سرفراز کیا گیا۔ ارشاد ہوا کہ ایک آخری حالت باقی ہے کہ بیٹھ جا اور میرا جلوہ دیکھ۔

اَب یہ عاشقِ دیدار میں محو ہے بیٹھے بیٹھے جلوے دیکھ رہا ہے ایک ایک عضو کو مطلوب کے حضور جھکا کر اُس کی طرف رُخ کر کے مصروفِ جمال ہے اور یوں عرض کرتا ہے۔

"تمام قولی بدنی مالی عبادتیں تیرے ہی لئے ہیں۔"

اتنا عرض کرچکا تو معاً خیال آیا جس نبی برحق کی بدولت یہاں تک پہنچ سکا اُن کی بارگاہ میں سلام عرض کروں۔

ادھر سے فرمایا گیا نبی رحمت پر سلامتی ہماری طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کی نوید سُنی۔ اپنے آقا پر سلام سُن کر دل نے کہا جو اس دربار میں حاضر ہیں اور جو نہیں ہیں اُن سب کے لئے سلامتی کی دعا کیوں نہ کروں۔

چنانچہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا میں سب کو شامل کر لیا۔ عمومیت کے ساتھ خصوصیت ضروری تھی اس لئے وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْن میں نیک بندوں کی سلامتی کی دعا کی۔

توحید و رسالت اصل ایمان ہے اس لئے بندہ پھر مالک حقیقی کی ربوبیت اور اُس کے رسول کی رسالت کے اقرار شہادت کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگا۔

"میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں محمد تیرے بندے اور رسول ہیں۔"

اس اقرار پر گواہی کی ضرورت تھی سیدھے ہاتھ کی اونگلی کو اُٹھا کر اقرار شہادت کیا۔ اسی لئے اس اونگلی کو انگشتِ شہادت کہتے ہیں۔

**درود شریف** جلوۂ ذات کا مشاہدہ ہوچکا اگرچہ یہاں غیر اور غیریت کو دخل نہیں مگر قدرت کو پسند نہ آیا کہ میرے دربار میں حاضر ہو کر ثنا و حمد کے گلدستے پیش ہوں اور اس کا معزز و مفتخر نبی یا اس کی وہ اولادِ پاک جو اگرچہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْن میں شامل تھی مگر عمومیت

اور مبہم انداز میں ان سب کو یاد کیا گیا اس لئے بصراحت ان سب کیلئے طلب رحمت کی دعا کرے۔

یوں عرض کرنا شروع کیا:

"خداوندا محمد اور ان کی اولاد پر رحمت نازل کر جیسے تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر رحمت بھیجی تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔"

اللہ اللہ! حضور کی آل کا یہ درجہ بلند ہوا کہ نمازوں کے قعدوں میں اُن کے لئے دعائیں کرنا داخل و شامل کیا گیا۔ عبادت کا فریضہ ختم ہونے پر آیا تو وہ فرشتے جو حاضر تھے اور وہ جماعت والے جن کے ساتھ شریک اُن سب پر سلامتی کی دعا کرتا ہوا دربار سے رخصت ہوا اُٹھنے سے پہلے آخر دعا ان الفاظ میں مانگنے لگا:

"اے اللہ تو سلام ہے تجھی ہی سے سلامتی ہے تیری طرف سلامتی کے ساتھ لوٹنا ہے۔ ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ مرنے کے بعد بھی ہمیں دارالسلام (جنّت) میں داخل کر تو برکت و بزرگی والا ہے۔"

## سنن و نوافل

فرض نمازوں کے علاوہ کچھ عبادتیں ایسی ہیں جنھیں سنّت و نفل کہتے ہیں اگر فرائض میں کوتاہی ہوگئی تو نوافل و سنّت ادا کرکے پورا کرلیا جائے ان میں بعض کی تاکید ہے۔ نوافل وہ ہیں کہ اگر انھیں پڑھا جائے تو اجر و ثواب حاصل ہو نہ پڑھیں تو مواخذہ و عتاب نہیں۔

مگر ایک ایسے بھی خدا کے صالح بندے تھے جن کی زندگی میں ایک بھی سنّت و نفل قضا نہ ہوئی۔

## موعظت و عبرت

ایک ہمارے زمانے کے مسلمان ہیں جو نفل و سنّت تو کجا فرائض کے تارک اور جان بوجھکر عبادت و فرائض سے بھاگتے ہیں۔ ان میں ایک طبقہ وہ ہے جو عدم ادائیگی پر نادم و ساکت ہے ایک وہ منافق و زندیق گروہ ہے جو عبادت کا مذاق اڑانے کو اپنا شیوہ بنا چکا ہے وہ مادی شہنشاہوں حاکموں کے سامنے سر و قد کھڑے ہونے کو صدر اجلاس کے

سامنے آتے ہوئے سرجھکانے کو استقبال و خوش آمدید کے وقت ہاتھ باندھنے کو کپڑے کے ایک جھنڈے کے سامنے سرجھکانے پر متامل نہیں لیکن خدا کے سامنے سرنیاز جھکانا اُن کے نزدیک کسرِ شان ہے۔ یہ اپنی دولت حکومت سلطنت امارت ریاست کو معیارِ برتری سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ انھیں اپنا خدا سمجھیں اُن کی ادنیٰ توہین نہ کریں ایک لفظ بھی اُن کی شان کے خلاف استعمال نہ کریں لیکن جس خدائے برتر نے ان سب کو پیدا کیا اُس کے حضور و بندگی کے اظہار کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو مطلقاً دولت و ثروت، حکومت، عہدہ جات معیار ترقی و برتری نہیں خدا کے نزدیک افضل و اعلیٰ مکرم وہ ہے جو خدا سے ڈرتا ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"

پس افضلیت کا مدار نہ دولت پر ہے نہ حکومت پر بلکہ خدا کے نزدیک مرتبہ و عزت والا وہ ہے جو سب سے زائد خدا سے ڈرنے والا ہو۔ انسان دنیا میں صرف روزی کمانے دولت و ثروت یا حکومت ہی کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ اُس کی تخلیق کی غرض خدائی ارشاد کے مطابق یہ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ"

اعلیٰ اقتدار پانے والے افراد کا فرض ہے کہ وہ خود کو خدا کا نائب سمجھیں، اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو خدا کے نائب میں ہونی چاہئیں۔ ملک و حکومت کا مالک خدا ہے اُس نے نظام حکومت کے لئے جو قوانین بنائے اُن پر سب سے پہلے خود چلنا پھر دوسروں کو چلانا اُن کا کام ہونا چاہیئے۔ اگر خدا کے یہ نائبین اپنے فرائض خدا کے ارشادات کے مطابق پورے نہ کریں تو عوام کا کام ہے کہ ایسے عناصر و افراد کو معزول کر دیں۔ اگر یہ لوگ فرائض و عبادت سے جان چرائیں یا دین کے ارکان کا استہزاء کریں اور لوگوں کو مجبور کریں کہ وہ ان کے سامنے جھکیں، اُن کی اطاعت کریں۔ ایسے امراء کے لئے

ارشادِ نبوی ہے :

"لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ"

## نظامِ اوقات

انسانی ضروریات کے لئے قدرت نے رات و دن کا ایک پروگرام مقرر کر دیا ہے۔ رات آرام و راحت کے لئے دن اپنی ضروریات کی فراہمی کسبِ حلال و تجارت اور دوسرے اغراض کے لئے ہے نیند موت کا ایک نمونہ ہے خدا ہی ہے جو رات بھر اپنے بندہ کی حفاظت کرتا ہے۔ سونے والے کے پاس نہ پہرہ دار ہیں نہ محافظ و نگراں۔ غور کرو اس سونے والے کو موذی جانوروں سے کون بچاتا ہے۔ اگر ایک حقیر چیونٹی کان، ناک میں گھس جائے۔ دماغ میں جاکر کاٹے تو انسان کا کیا حال ہو۔ اگر ایک موذی کیڑا کاٹے تو انسان کا خاتمہ ہو جائے۔

جو کچھ غذا کھائی اُسے رات بھر میں معدہ کے اندر ہضم کرنے کا سامان کس نے کیا، پھر وہ سانسیں جو موت کے مشابہ تھیں۔ نیند کی حالت میں انسان کے ہوش و حواس بیکار تھے کون ہے جو اُس کے شعور و حیات کو بیدار کرتا ہے صبح اُٹھا دماغ تر و تازہ ہوا۔ وہی عقل کی تیزی دماغ کی روانی شروع ہوگئی۔ رات بھر خدا نے بے شمار انعام و احسانات کئے ان انعامات کا تقاضا ہے کہ انسان صبح سویرے اُٹھے دوگانۂ شکر بجا لائے۔ اوّل وقت اُٹھنے کی مصلحت یہ ہے کہ تمام کام وقت پر مکمل ہو جائیں۔

## فجر

ایک ایسے سہانے وقت پر اُٹھنا جبکہ وحوش و طیور، چرند پرند اپنی اپنی دھن میں گیت گا رہے ہوں جن کے نغموں سے فضا پُر کیف ہو اور ان تمام نغموں پر اذانوں کے نغمے غالب آرہے ہوں انسان اُٹھ کر سب سے پہلے اپنے مالک کی عبادت کرے، صبح کی ہوا سے اپنے دل و دماغ کو معطر کرے خدا کی عبادت کے بعد تلاوتِ کلام پاک کرے۔ دن بھر کے کاروبار و ضروریات کیلئے کتابِ مجید سے ہدایات حاصل کرے مضامین قرآن پاک میں غور و فکر کرے

کچھ دیر ایسے ٹھنڈے وقت میں نقل و حرکت کر کے جسم میں توانائی پیدا کرے پھر اپنے کاروبار کا پروگرام بنا کر مصروف ہو جائے۔

صبح کی نماز اظہار شکرِ نعمت اور وقت کی پابندی و قیمت کا درس دینے کے لئے مقرر ہوئی مساجد میں صبح کے وقت جمع ہونے کے جو فوائد ہیں وہ مساجد کے عنوان میں آئیں گے۔

جو لوگ صبح کو اوّل وقت اٹھنے کے عادی ہیں اُن کے تمام کام وقت پر ہوتے ہیں۔ مگر عصر حاضرہ میں بڑے لوگوں کی صبح ۹ بجے کموٹ پر ہوتی ہے پاخانہ اُن کا دارالاخبار ہوتا ہے جہاں وہ اخبارات کا مطالعہ فرماتے ہیں ایسے عیش پرست افراد جو وقت کی قدر و قیمت نہ سمجھیں۔ اوّل وقت پر اُٹھ کر نظام اوقات کے پابند نہ ہوں وہ دوسروں سے اوقات کی پابندی پر کیوں مصر ہوتے ہیں بہر نوع صبح کی نماز انسان کے پروگرام کو وقت پر شروع کرنے کے لئے مقرر ہوئی۔ صبح سے دوپہر تک وقت انسان کی ضروریات کے لئے مقرر کیا گیا۔

**ظہر** دوپہر شروع ہوئی کھانا کھایا قدرے آرام کیا۔ صبح سے دوپہر تک دنیا میں مشغول رہا تھا اب آرام کے بعد ضروری ہوا کہ اُس کا شکر ادا کرے مالک کی عبادت کر کے شام تک دنیوی کاروبار میں مصروف ہو جائے۔

**عصر** شام کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے اشغال میں مصروف ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کی مصروفیت سے تھوڑی دیر کے لئے جدا کر کے امتحان کیا گیا کہ بندہ دولت و سرمایہ پرستی کرتا ہے یا خدا کی عبادت کی طرف توجہ کرتا ہے پھر صحت جسمانی کے لحاظ سے بھی ضروری تھا کہ مسلسل ۳-۴ گھنٹے کاروبار کی مصروفیت میں کسل و تھکاوٹ پیدا ہو گئی اُسے وضو کے ذریعہ دور اور نماز کے قیام و قعود رکوع و سجود میں مصروف رکھ کر ترو تازہ کیا گیا۔

**مغرب** عصر کے فریضہ سے فارغ ہوا کاروبار کا حساب کتاب کیا آمد و خرچ ملایا دولت و سرمایہ کی زیادتی کا حال معلوم ہو کر ہو سکتا تھا کہ بندہ خدا سے

غافل ہو جائے اس لئے غروبِ آفتاب کے بعد بارگاہِ حقیقی میں دن بھر کے احسانات واکرامات کے اظہارِ تشکر کے لئے مغرب کی نماز ادا کی۔ مکان واپس آیا۔ اہل وعیال میں شامل ہو کر مسرتوں میں اضافہ کیا۔

**عشاء** رات کو محوِ خواب ہونے سے پہلے دن بھر کے پروگرام اور نظام اوقات کی کامیابی کے بعد مولا کے دربار میں حاضر ہوا۔ سجدۂ عبادت ادا کیا۔

## جماعت اور اس کی حکمتیں

اسلام اپنے تمام فرائض وعبادات میں اجتماعی زندگی پیدا کرنیکا مجوز ومحرک ہے جس طرح روزہ حج زکوٰۃ میں اجتماعیت پر زور دیا گیا، اسی طرح نماز جماعت کی شدید تاکید کی گئی جماعتی نماز بے شمار فوائد وبرکات کی حامل ہے اگر فوجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو نماز عسکری تربیت کا بہترین مرقع ہے اسلام زندگی کے ایک ایک شعبہ کے لئے ہدایات دیتا ہے۔ کس طرح ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے فوجی نظام کی طرف توجّہ نہ کرتا۔

نماز ایک روحانی پریڈ ہے جو ہر عاقل وبالغ نوجوان بوڑھے، شاہ وگدا سب پر دن میں پانچ بار لازم ہے جس طرح فوج کا ایک ایسا افسر (جو فوجی قواعد کا ماہر ہو) فوجیوں کو ہر روز مشق کراتا ہے تاکہ وہ قواعد جنگ سے باخبر رہیں ان کا نظم قائم رہے سستی نہ آنے پائے ہر وقت جنگ کیلئے آمادہ رہیں اپنے سردار کے ادنیٰ اشارہ پر کام کریں۔ اگر اس سردار سے کوئی غلطی ہو جائے تو تمام فوج پر اس کا اثر پڑتا ہے ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کی روحانی پریڈ کیلئے ایک ایسا سردار منتخب کیا جاتا ہے جو اس روحانی پریڈ کے تمام قوانین کا عالم ہوتا ہے اگر یہ غلطی کرے تو تمام فوج پر امام کیساتھ سجدۂ سہو کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سردار قوانینِ الٰہیہ میں عمداً غلطیاں کرے تو قوم کو اُس کے معزول کرنے کا حق ہے۔ روحانی پریڈ شروع ہونے سے قبل اذان کہکر تمام فوج کو جمع ہونے کی دعوت دی گئی۔ اب بلا امتیاز سب ہی جمع ہوگئے۔ شانہ سے شانہ

ملا کر صف بندی ہوئی امام و سردار آگے کھڑا ہوا، پوری فوج نے اس کی اقتدار کی شہنشاہ سلاطین کو بتایا گیا تم اپنی دولت و حکومت پر مغرور ہو کر دوسروں کو ذلیل سمجھتے ہو۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس تمہاری طرح نہ دولت ہے نہ ثروت مگر زہد و تقویٰ دینداری اور اطاعت ہیں۔ ہمارے نزدیک تم سب سے افضل و اعلیٰ ہے وہ تمہارا قائد بنایا جائے گا۔ تم کو اسی کی ماتحتی میں فرائض انجام دینا ہوں گے تم کو اس کے ادنیٰ اشارہ پر متحرک ہونا پڑے گا۔

جیسے ہی اس روحانی پریڈ کے لئے امام آگے بڑھا تکبیر کہی گئی امام و سردار نے روحانی تربیت شروع کر دی۔ علامہ اقبال نے اس منظر کو اس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز ۔۔۔ قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ۔۔۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!

نماز اگرچہ منفرداً بھی ہو سکتی تھی لیکن وہ مذہب جو دینی و دنیوی پروگرام میں اجتماع و تنظیم چاہتا ہو کس طرح ممکن تھا کہ وہ نماز میں جماعت پر زور نہ دیتا۔ نماز تنظیم (ڈسپلن) کا بہترین مرقع ہے جس میں شبانہ روز پانچ مرتبہ، ملت اسلامی کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم نماز کی طرح ایک نظام میں منسلک رہو، ایک آواز پر جمع ہو جاؤ۔ جو ترتیب نمازوں میں قائم رہتی ہے اور ایک آدمی بھی صف سے باہر نہیں ہوتا یہی کیفیت دوسرے شعبہ جات زندگی میں پیدا ہو۔

جماعتی نماز کی یہاں تک تاکید تھی کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ مساجد میں آکر جماعت سے نماز نہیں پڑھتے ان کے گھر میں آگ روشن کرا کر جلا دوں۔"

جماعتی نماز کی اسقدر تاکید صرف اس لئے تھی کہ مسلمان اجتماعی زندگی کے

زیادہ سے زیادہ عادی رہیں تاکہ اُن میں عسکری روح و جذبہ ترقی کرتا ہے۔
:بچّوں کو شروع سے اس روحانی تربیت کا عادی بنایا جائے اگر وہ گریز کریں تو انھیں سزا دی جائے۔

جماعتی نماز کا مقصد عبادتِ الٰہی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں جمع ہو کر باہمی الفت و محبّت بڑھائیں امام انھیں روزمرہ کے پروگرام کی ہدایات دیتا رہے۔

ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرّر کیا گیا تاکہ امام حالات کا جائزہ لے کر مسائلِ مہمہ پر قوم کو متوجّہ کرتا رہے۔ ہیڈ کوارٹرس سے جو ہدایات اس کے پاس آئی ہوں انھیں ملّت کے سامنے پیش کرے۔

اپنے ہفتہ واری خطبہ (ایڈریس) میں تنظیم ملّت باہمی محبت پر زور دے جذبۂ جہاد پیدا کرے۔ عوام کے علاوہ عمّال و حکام سردارانِ فوج کو عدل و انصاف عسکری نظام کے استحکام کی دعوت دے اور بتائے کہ عاملین انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہر رکعت میں کھڑا ہونا، جھکنا، سجدہ کرنا، بیٹھنا، اٹھنا، جہاں صحتِ جسمانی کے لئے مفید وہیں فوجی اعتبار سے پریڈ کا بہترین نمونہ ہے۔

## نمازوں کے اوقات کی حکمتیں

فجر کی نماز کے لئے مسجد میں اس لئے جمع کیا گیا کہ یادِ خداوندی کے بعد اوّل وقت محلّہ کی مساجد میں جو جماعتی ضروریات ہوں اُن پر تبادلۂ خیالات کیا جائے۔ ایک پروگرام جو مرکز سے تجویز کیا گیا تمام محلوں میں شروع کیا جائے۔ مزید تغیّر و تبدّل کے لئے دوپہر کے اجتماع میں شریک ہو کر غور کیا جائے۔

حالاتِ جنگ میں شبانہ روز فوج کو باوقاتِ مختلف ہدایات دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے دوپہر سے رات تک تین بار جمع ہونے پر زور دیا گیا۔ اس طرح سارے شہر کے عوام کو جو اس روحانی فوج کے رکن ہیں۔

انھیں اطلاع بھی ہو جاتی ہے اور وہ شامل ہو کر اپنے مشورے بھی پیش کر سکتے ہیں۔ نہ ٹیلیفون کی حاجت نہ لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت نہ ان آلات سے وہ تمام کام پورے ہو سکتے ہیں۔ بلا شبہ ہماری نمازیں اور اُن کے اوقات فوجی تنظیم کی بہترین صورتیں ہیں۔

## مساجد کی اہمیت

مساجد حقیقتاً ہماری روحانی مذہبی سیاسی تعلیمی اخلاقی عسکری شعبہ جات کے مرکز ہیں جہاں روزانہ پانچ بار، ہفتہ میں ایک بار، سال میں (۲) دوبار شہر و ضلع کے مسلمان جمع ہوتے ہیں تاکہ انھیں کتاب و سنت کی روشنی میں عصر حاضرہ کی ضروریات سیاسی و قومی مسائل سے باخبر کیا جائے۔

مسلمانوں کی ترقیات مساجد ہی سے شروع ہوئیں، یہیں سفارتیں آکر ملاقات کرتیں، مساجد ہی میں غیر اقوام سے معاہدات کے مسودے ترتیب دیے جاتے یہیں ارباب حل و عقد (پارلیمنٹ) مجالس عمومی و کونسلوں) کے اجلاس منعقد ہوتے، یہیں جہاد کا پروگرام مرتب ہوتا، اسلامی فتوحات کے نقشے بنائے جاتے لاکھوں میل دور لڑنے والی فوجوں کو یہیں سے ہدایات جاتیں۔

مساجد کے منبروں کے خطبات مسلمانوں میں روح حیات جذبۂ جہاد پیدا کرتے یہیں سے معلمین و مبلغین کو دنیا کے ایک ایک حصّہ میں تبلیغ و اشاعت دین کے لئے روانہ کیا جاتا۔ یہیں سیاسی و قومی اہم مسائل طے پاتے۔ پریشان حال مہاجرین کا نازک مسئلہ جسے ہم برسوں میں حل نہیں کر سکے چند خطبات میں طے پا جاتا۔

الغرض مساجد ہی سے ہمارا عروج وابستہ تھا مگر آج وہی مساجد ہیں جن سے کام نہیں لیا جاتا ہمیں مساجد کی زیب و زینت آرائش و زیبائش کا تو شوق ہے لیکن عبادت گذاروں اور ان کے اندر ولولۂ عمل پیدا کرنے والے خطبا کی کمی ہے۔
آج غربائے اسلام تو مساجد میں حاضر ہو جاتے ہیں لیکن امرا و عمال جنکے ہاتھوں

میں ملّت کی قیادت اور باگ ڈور ہے وہ مساجد سے دور ہو چکے ہیں انھیں نہ عبادت سے غرض نہ مساجد کی حاضری کا شوق اگر عمائد قوم کے اندر عبادت کا جذبہ پیدا ہو اور وہ مساجد میں حاضری کے پابند ہوں تو جہاں وہ فریضۂ عبادت کی سعادت حاصل کریں گے وہیں انھیں عوام سے روابط کا موقع ملے گا۔ انھیں غریبوں کے حالات سے واقفیت ہوتی رہے گی وہ تحریکات مساجد سے باخبر ہوں گے عوام انھیں دیکھ کر متاثر ہوں گے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہوں گے۔

اگر ائمۂ مساجد اور منتظمین تنظیم مساجد کی تحریک پر عمیق توجہات مبذول کریں تو بلاشبہ مساجد ایک نیا انقلاب اور مسلمانوں میں اگلی سی روحِ حیات تازہ کر سکتی ہیں۔

افسوس کہ آٹھ سال کی طویل مدّت میں ہمارے یہاں اُمورِ مذہبی کا شعبہ نہ بن سکا جو ہماری مساجد کی تنظیم کرتا بہتر بن ائمہ اور خطبات کا انتظام کرتا اور مسلمانوں کے دینی شعبہ جات کھولتا، احکامِ دین کی ترویج ہوتی جو طاقتیں ملی تنظیم اور احیائے قومی پر صرف ہونی چاہیے تھیں وہ آج آپس کے مناقشات میں ضائع ہو رہی ہیں حتیٰ کہ ناموس نبویؐ جیسے اہم مسئلہ کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ جس ایک عنوان پر مسلمانوں کی حیات دینی و دنیوی کا انحصار تھا یہی وہ مسئلہ تھا جس پر مسلمانوں نے اپنی جان و مال عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دیا۔

## مذہب اور سیاست

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے دین و دنیا کا ہر پہلو انسانی حیات اور ضروریات کے لئے ایک مکمّل ضابطہ پیش کیا کوئی ایک بھی گوشۂ حیات نہیں جسے اسلام واضح سے واضح شکل میں پیش نہ کرتا ہو۔ جہاں روحانی اخلاقی تعلیم دیتا ہے، وہیں تمدنی معاشرتی تعلیمی صنعتی اقتصادی تجارتی سیاسی مسائل پر مکمّل اصول پیش کرتا ہے۔ دین و دنیا کو ساتھ لے کر چلتا ہے وہ دوسرے مذاہب کی طرح رہبانیت نہیں سکھاتا بلکہ وہ ہدایت کرتا ہے کہ جو مسلمانوں کا [redacted]

وہی اُس کا سیاسی قائد بھی ہو جب خطابت کا وقت آئے تو اُس سے بڑھ کر کوئی خطیب نہ ہو، میدانِ کارزار میں جوہر شجاعت دکھانے کا موقع آئے تو وہ مجاہدِ اعظم ہو فوجوں کی قیادت کی ضرورت ہو تو وہ امیر لشکر ہو۔

اسلام کی پیش کردہ سیاست میں جو خلیفہ و امیر ہوگا وہی کاروبار سیاست معاملات حکومت انجام دے گا۔ مذہبی احکام کی تنفیذ و ترویج، مسندِ امامت، منصب قضا، سجادہ روحانیت پر متمکن ہونے کی ضرورت لاحق ہوگی وہی ان مناصب پر فائز ہوگا۔

بیک وقت وہ مسلمانوں کا روحانی امام بھی ہے اور سیاسی قائد بھی اسی لئے شرط ہے کہ جس شخص میں ساری صلاحیتیں موجود ہوں وہی مسلمانوں کا امیر و خلیفہ بنایا جائے۔

اسلام کے سیاسی و ملکی نظام کا چلانے والا احکم الحاکمین رب کے قوانین کا پابند ہو وہ قوم کا خادم اور خدا کا نائب ہے۔ اسلامی سیاست کی بنیاد زہد و اتقا عدل و انصاف پر ہے۔

اسلام نہ شہنشاہیت کا حامی ہے نہ آمریت کا وہ استبدادیت کو پسند کرتا ہے نہ اسلامی سیاست میں خلافت و امارت کوئی وراثت ہے بلکہ اسلام اِن سب سے ہٹ کر ایک ایسی خلافت پیش کرتا ہے جس کا تعلق براہِ راست عوام اور جمہور سے ہے وہ اپنے میں سے جسے اہل سمجھتے ہوں اور جس کے اندر تمام صلاحیتیں پائی جاتی ہوں اُس کو اپنا امیر و خلیفہ مقرر کریں۔ اسلام نے جمہور و خلیفہ کے لئے جدا جدا احکام صادر فرمائے۔

جہاں جمہور کو حق انتخاب عطا کیا وہیں یہ اختیارات بھی دئے کہ اگر خلیفہ و امیر بھی کسی وقت راہ سے بھٹک جائے اپنے فرائض مفوضہ انجام نہ دے، عوام اس کی گرفت کریں اُسے معزول کر دیں۔ یہی نہیں کہ مساجد کے منبروں پر خطبہ کی حالت میں اُسے ٹوکیں اپنے شبہات دور کریں بلکہ بازاروں، گلیوں سڑکوں پر اگر وہ

جارہا ہو تو ایک غریب سے غریب فرد کو اس کا حق دیا کہ وہ خلیفۂ وقت کا راستہ روک کر اپنی مصیبت بیان کرے۔

ہر غریب امیر و خلیفہ سے جب چاہے ملے، آزادانہ طور پر تنقید و اعتراض کرے اگر خلیفۂ وقت غلطی کر رہا ہے۔ اپنے فرائض منصبی انجام نہیں دے رہا ہے اسے بلا تکلف صحیح مشورہ دے۔ اگر جبر و ظلم کر رہا ہے تو کلمۂ حق بلند کرے حدیث مبارکہ میں وارد ہے:

"اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ"

"سب سے زیادہ افضل جہاد سلطانِ ظالم کے روبرو کلمۂ حق کہنا ہے"

خلیفۂ وقت عوام اور جمہور کی اگر صحیح خدمت انجام دے رہا ہے تو وہ اُن کا جائز خلیفہ ہے جس وقت بھی عوام دیکھیں کہ اُس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد سے روگردانی کی اُسے معزول کر دیں۔ خلیفہ و امیر عوام کا ایک خدمت گذار اور خدا کے سامنے جواب دہ ہے اُسے قوم میں سب سے زائد صالح ہونا چاہیئے۔ جب جمہور اپنے میں سے صالح متقی اور جامع صفات کو امیر مقرّر کر لیں تو قوم پر اُس کی اطاعت لازم ہے۔ وہ جن احکام کو جاری کرے ملّت کا فرض ہوگا کہ اُس پر عمل کرے۔ مگر ایسا کوئی حکم و قانون جو حدودِ الٰہیہ کا مخالف ہو قوم اُس پر ہرگز عمل نہ کرے۔ ارشاد ہوا:

"لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"

خلیفہ و امیر چونکہ خدا کا نائب ہے اس لئے وہ کوئی ایسا حکم جو احکام خداوندی کے مخالف ہو دینے کا مجاز نہیں۔ خلیفہ و امیر کی بھی مجلس مشاورت جسے اصطلاح شرح میں ارباب حل و عقد کہتے ہیں یہ جماعت ایسے افراد پر مشتمل ہوگی جنھیں کتاب و سنّت اور تعلیمات و احکام دین میں مہارت ہو خلیفۂ وقت اُس سے مشورہ کریگا بعد میں جمہور و عوام سے بھی مشورہ لینا اس کے لئے ضروری ہے۔

اسلام نے نہ تو خلیفہ و امیر کو آمرانہ اختیارات دیے کہ وہ ذاتی اختیارات

سے جائز و ناجائز احکام جاری کرے نہ اس کا حق دیا کہ جبراً اسنبداد یا ذاتی عداوت پر لوگوں کو بلا ثبوت و تحقیق مبتلائے مصائب کردے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ مجرم کو عدالت میں پیش ہو کر صفائی کا موقعہ دے۔ جس وقت جرم ثابت ہو جائے تب اُسے سزا دی جائے۔

قرآن نے صاف الفاظ میں حکّام و عمال کو تنبیہ فرمائی۔

"یہ نہ ہو کہ ذاتی عداوتوں مخالفتوں یا دشمنی پر سزائیں دو۔"

جس طرح اسلام نے یہ حق دیا کہ ملّت کے ایک عام فرد پر قاضی کی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے ویسے ہی ایک معمولی سے معمولی فرد کو اجازت دی گئی کہ وہ خلیفۂ وقت پر قاضی کی عدالت میں مقدمہ چلا سکتا ہے۔

خلیفہ و امیر معصوم عن الخطا نہیں کہ اس سے مواخذہ نہ کیا جاسکے بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صلاح نیک یا غلطی سے آگاہ کرنیوالے کو محسن بتایا۔

خلیفہ و امیر خدا کی طرف سے اس لئے مامور ہے کہ خدائی احکام نافذ کرے اپنے اعمال خدمت کا جائزہ لیتا رہے۔ وہ کہاں تک اپنے فرائض بجا طور پر انجام دے رہا ہے اور کہاں لغزش کر رہا ہے اگر اُسے احساس نہ ہو تو قوم کا فرض ہے کہ اس کی غلطیوں سے مطلع اور متنبہ کرے۔

خلیفہ و امیر اپنوں بیگانوں کو جو بھی اُس کی حدود میں ہیں اُن کے حقوق کا ضامن ہے۔ جہاں کہیں بھی انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو اُسے دفع کریگا۔ غیر مسلم اقوام و مذہب کے لوگوں کیساتھ ہر امکانی رعایات برتی جائے گی۔ کسی غیر مذہب کے فرد کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جائیگا۔ اگر وہ مسلمانوں کے ذمہ میں آنا بھی پسند نہ کریں اور بغاوت پر آمادہ ہوں تو بلاشبہ اُن سے جنگ کی جائے گی اگر ذمی ہو جائیں تو ان کی جان و مال عزّت و آبرو مذہب اور ان کے معابد کی حفاظت مسلمانوں کے ذمّہ واجب ہو جائیگی۔ سلاطین دہر سے عہد و میثاق، ممالک غیر سے تجارتی و سفارتی تعلقات قائم کرنے کا وہ مجاز ہوگا، مگر شرائط و معاہدہ جات ایسے ہوں گے،

جو اسلام کی سربلندی، مملکت کی برتری عزت و وقار کو بڑھائیں یہ نہیں کہ اغیار و اجانب کے سامنے سجدہ ریزی کر کے سلطنت اسلامی کے وقار و عزت کو نقصان پہنچائیں اور بغیر نصاریٰ کے مشورے و حکم کے قدم نہ اٹھائیں

## اسلامی فتوحات

خلفاء، و امراء کا فرض ہے کہ وہ جہاں اپنی مملکت کے رہنے والوں کی خدمت انجام دیں دنیا وہ اسلامی احکام کی ترویج و اشاعت نیز فتوحات کے لئے سعیٔ بلیغ کریں۔ اوامر پر عمل کرائیں منہیات سے باز رکھیں۔

اس سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے دور اوّل کا اوچٹتا ہوا نقشہ پیش کر دیا جائے ہمارے خلفاء نے باوجود موانع و مشکلات کے کس قدر شاندار فتوحات حاصل کیں۔ قلیل عرصہ میں دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ واقعات شاہد ہیں جو ترقیاں بحالات موجودہ ہم صدیوں میں نہیں کر سکے وہ ہمارے روحانی پیشواؤں نے چند برسوں میں کیں چنانچہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ایک ایسا مبارک اور تاریخی زمانہ ہے جس میں شرق سے غرب جنوب سے شمال تک اسلامی نظام قائم ہوا۔ آپ نے مکہ معظمہ سے لے کر ۲۲ لاکھ ۵۱ ہزار ۳۰ مربع میل یعنی مکہ معظمہ سے شمالاً ایک ہزار چھتیس میل شرقاً ایک ہزار اٹھاسی میل جنوباً چار سو تیراسی میل غرباً جدہ تک اسلامی حکومت کو وسیع کیا۔

اِن تمام ممالک میں کتاب و سنت کے احکام جاری کئے صیغۂ عدالت شعبۂ فوج، قضا و عدالت، محکمہ خارجہ، محکمہ فوج، مالگذاری اور اسی قسم کے بیسیوں شعبہ جات قائم کئے۔ ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیاں کیں۔ دنیا کا ایک ایک حصہ کتاب و سنت کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوا اس دور نے دنیا کی آنکھیں کھول دیں کہ ایک روحانی پیشوا مذہب اور سیاست دانوں کو ساتھ لے کر کس قدر شاندار ترقیاں اور انقلابات پیدا کر سکتا ہے۔

**سادگی**

ان فتوحات کے باوجود سادگی کا یہ عالم تھا کہ کبھی لباس فاخرہ استعمال نہ کیا۔ عبا میں اکثر و بیشتر پیوند لگے رہتے، غذا نہایت معمولی اور کم سے کم، اپنے لئے نہ کوئی محل تیار کرایا نہ فلک نما مکانات نہ شاہی تکلفات نہ تختِ امیرانہ رکھا۔ باہر سے آنے والی سفارتیں۔ اپنے یہاں کی شاہانہ روایات کے مطابق سوچتیں جس امیرِ خلیفہ نے دنیا کو زیروزبر کر دیا وہ ایک ایسے شاندار محل میں رہتا ہوگا جو شاہانِ عالم سے کہیں زائد ممتاز ہوگا مگر وہ جب آتے تو دیکھتے کہ یہ عظیم المرتبت خلیفہ بجائے محل کے صحن مسجد کے سنگریزوں پر بغیر تکیہ و فرش کے سو رہا ہے نہ دربان ہیں نہ حاجب جو جانے والوں کو روکیں وہ اوّل تو اس خلیفۂ اعظم کو اس سادگی کے باعث پہچان نہ سکتے۔ دریافت کرنے پر بتایا جاتا تو اُن کے حواس گم ہونے لگتے۔ وہ حیران ہوتے ایسا جلیل القدر خلیفہ جو دنیا کے بڑے حصّہ پر حکومت کر رہا ہے اُس کی سادگی کا یہ عالم پھر وہ یہ بھی دیکھتے کہ خلیفہ اپنوں بیگانوں دوستوں دشمنوں سب ہی کیساتھ عدل و انصاف محسنِ اخلاق کے برتاؤ اور اپنے نیک کردار سے قلوب کو مسخر کرتا ہے۔

**شہری آزادی**

آپ کے دَور خلافت میں ہر ایک فرد کو ہمہ قسم کی آزادی حاصل تھی ایک بدو برسر منبر تنقید و اعتراض کرتا استفسارات کرتا رہتا جب تک کہ خاطر جواب نہ مل جاتا ٹوکتا رہتا۔

حاضرینِ مسجد میں سے ایک شخص نے آپ کو خطبہ دینے سے روک دیا اور کہا اے فاروق جب تک تم یہ نہ بتادو کہ اس وقت تم جو عبا پہنے ہو اس کا کپڑا کہاں سے آیا خطبہ نہ پڑھنے دیا جائیگا۔ آپ نے صاحبزادہ کی طرف اشارہ کیا انھوں نے کہا اے سائل اس کا جواب میں دیتا ہوں میں بارہا باپ سے کہتا کہ عبا پھٹ چکا ہے اُس کے پیوند گر رہے ہیں مجھے جواب ملا اتنا کپڑا کہاں کہ عبا تیار کراؤں میں نے اپنے حصّہ کا کپڑا دے کر عرض کیا کہ جسقدر آپکے پاس ہے اس کیساتھ شامل کر کے بنا لیجئے۔ پس یہ عبا میرے حصّہ کے کپڑے کو شامل کر کے بنایا گیا ہے۔

آپ خطبات میں اکثر و بیشتر فرماتے :۔
"اے لوگو! مجھے جس وقت غلط راستہ پر چلتے ہوئے دیکھو ٹوکو ۔ سزا دو، اپنے حقوق کا مطالبہ کرو، غلطی کروں تو راہ راست پر لاؤ"

## خدمت خلق

آپ کاموں کو ماتحتوں پر نہ چھوڑتے اکثر و بیشتر راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاتے غریبوں کا حال معلوم کرتے بسا اوقات اہل ضرورت غرباء کے مکانات پر غلہ لاد کر پہنچاتے غلام عرض کرتا لوگ کیا کہیں گے خلیفۃ المومنین ہو کر کاندھوں پر بوجھ لادے جا رہا ہے۔ فرماتے تو یہاں کا خیال کرتا ہے۔ میں آخرت سے ڈر رہا ہوں جو بوجھ میرے کاندھے پر ہے اُسے میں خود ہی اُٹھاؤں گا۔ کیا یہ واقعہ ہماری عبرت و نصیحت کے لئے کافی نہیں۔

ایک بار آپ رات کو شہر کا چکر لگا رہے تھے قافلہ میں ایک شخص کو گھبرایا ہوا دیکھا استفسار پر معلوم ہوا اُس کی بی بی کے یہاں ولادت قریب ہے عورت کی تلاش میں چکر کر رہا ہے مگر عورت نہیں ملتی آپ اتنا سُن کر گھر آئے اپنی بی بی کو اُٹھا کر قافلہ میں لے گئے انھوں نے زچگی کے تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیئے۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں آپ کے عہد میں ملتی ہیں جو ہماری چشم بصیرت کو کھول کر نصیحت کرتی ہیں۔ کہ ہم اپنے معاشرے کو اوپر سے نیچے تک اسی انداز پر ڈھالیں۔

## بیت المال سے گذارہ

آپ جس وقت کارہائے خلافت میں منہمک ہو گئے تو قوم سے کہا میں کوئی دوسرا ذاتی کام نہیں کر سکتا اس لئے میرے واسطے بیت المال سے ایک ایسا گذارہ مقرر کرو جو میرے مایحتاج کے لئے کافی ہو لوگوں نے عرض کیا آپ خلیفۃ المسلمین ہیں جس قدر مناسب سمجھیں مقرر فرمائیں ارشاد ہوا یہ ممکن نہیں کہ میں ضرورت سے زیادہ لوں کم سے کم گذارہ لینا چاہتا ہوں۔

بی بی نے ایک دفعہ عرض کیا عرصہ سے حلوہ نہیں کھایا کیا اچھا ہو کہ بیت المال سے گذارہ میں قدرے اضافہ کر لیا جائے۔ فرمایا ہم بغیر حلوہ کے زندگی گذار سکتے ہیں۔

بی بی مجبور ہو کر خاموش ہو گئیں۔

ضروریات روزمرہ میں سے کم کر کے ایک دن حلوہ بنایا آپ کے سامنے رکھا دریافت کیا یہ حلوہ کہاں سے آیا۔ عرض کیا کہ تھوڑا تھوڑا بچا کر تیار کیا ہے۔ فرمایا معلوم ہوا گذارہ میں سے بچایا جا سکتا ہے۔ اُسی وقت اپنے گذارہ میں کمی کر دی۔[1]

غور کرو جس شخص کے زمانۂ خلافت میں لاکھوں روپیہ آیا کروڑوں کے بیش قیمت سامان آئے اس کا یہ عالم کہ اپنی ذات کیلئے کم سے کم گذارہ لیتا ہے۔

آج ہمارے سلاطین و عہدہ داران کے ذاتی الاؤنس۔ دورے، بڑی بڑی تنخواہیں، روزمرہ کی ضروریات، شاہانہ پر تکلف دعوتوں پارٹیوں پر ملک کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔

## لوگوں کے حقوق کس طرح ادا کئے جاتے؟

بارگاہ فاروقی میں مصر سے شکایت آئی کہ حضرت عمرو بن عاصؓ گورنر کے صاحبزادہ نے ایک قبطی کے بلاقصور جوش میں آ کر طمانچہ مار دیا اُس نے استغاثہ کیا آپ نے طلبی کا حکم صادر فرمایا دونوں حاضر ہوئے واقعہ کی نوعیت معلوم کی حضرت عمرو بن عاصؓ کے صاحبزادہ نے اقبال جرم کیا آپ نے حکم دیا قبطی حاضرین کے سامنے عمرو بن عاصؓ کے صاحبزادہ کے طمانچہ لگائے۔

ممکن نہ تھا کہ آپ کسی ظلم کو برداشت فرمائیں آپ نے ہر جگہ عہدہ داران کے کاموں کی نگرانی و تحقیقات کے لئے خاص خاص آدمی مقرر فرمائے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔

جب کسی عامل کو مقرر فرماتے اُس کے مالیہ اور سامان کی تحقیقات کی جاتی جب وہ عہدہ پر مامور ہو کر کام شروع کرتا تو پھر تحقیقات ہوتی کہ اُس کے سامان میں کوئی فرق ہوا یا نہیں۔ آپ کے دور میں عدل و انصاف کے دریا

[1] یہ واقعہ دراصل خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو سہوًا

بہہ گئے مظلوم و بیکس افراد کی فوری دادرسی ہوتی تھی کہ اگر کوئی شخص خلیفہ وقت پر مقدمہ چلاتا تو اُسے حق تھا متعدد مواقع پر آپ کو مقدمات میں طلب کیا گیا ایک بار قاضی کی عدالت میں آپ گئے وہ تعظیماً کھڑے ہوگئے آپ نے اسی وقت انھیں یہ کہہ کر معزول فرمایا:

"جو شخص لوگوں کے معاملات طے کرتے وقت بجائے خدا سے خوف کرنے کے مجھ سے ڈرتا ہو وہ عدل نہیں کر سکتا"

آج ہمارے ترقی یافتہ زمانہ میں کسی امیر و عامل پر تنقید کرنا۔ جائز مطالبہ کرنا رعایا اور عوام کے حقوق ادا کرنا ایک ایسا عنوان تھا کہ ہمارے خلفاء خدمت خلق کا جو نمونہ پیش کر گئے آج ترقی یافتہ دور کو بھی وہ خدمت کرنا نصیب نہ ہوئی جو ہمارے اُمراء و خلفاء انجام دیتے تھے۔

ہمارے وہ خلفاء جنھیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع و محبّت سے یہ درجہ ملا کہ وہ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے مسجد کے عابد بھی تھے اور مسند قضاء و عدل کے سب سے بڑے عالم و فقیہ بھی تھے۔ وہی خلفاء و اکابرین جن کے ناموں سے دنیائے کافری تھراتی تھی اُن سے مسجد نبوی میں ایک بدوی آزادی سے اپنے مطالبات ظاہر کرتا یہاں تک کہ وہ کہہ دیتا اے عمرؓ تمہیں اس وقت تک تقریر کی اجازت نہ دی جائے گی جب تک تم یہ نہ بتادو کہ جو کُرتہ تم پہنے ہوئے ہو یہ کپڑا تمہارے پاس کہاں سے آیا۔

اگرچہ اسلامی طرز حکومت شورائی و صدارتی نظام کے مابین ہے مگر قربان جائیے کہ جس خلیفہ کا انتخاب جماعت حل و عقد کر دیتی وہ جب عوام کے سامنے آتا تو جمہور کو اس کا حق تھا کہ وہ اپنا حق آزادی کے ساتھ طلب کر سکتے تھے۔ پھر یہ بات قابل یاد ہے کہ یہ حضرات خلفائے کرام خدمتِ خلق یہاں تک فرماتے کہ کوڑی جذامی ایسے معذور و اپاہج جو چلنے پھرنے تک سے قاصر تھے ان کے منہ میں اپنی زبان پر حلوہ رکھ کر کھلاتے۔ کیسے ممکن تھا کہ رعایا کا کوئی فرد مضطرب ہو۔

اور انھیں چین آجائے۔ وہ اُس وقت تک آرام نہ فرماتے جب تک کسی فریادرس کی دادرسی نہ ہو جائے۔

اس رسالے میں اگر گنجائش ہوتی تو اسلام کے سیاسی نظام اور جمہوری و شورائی نظام ہائے حکومت پر مفصل بحث کی جاتی۔ فی الوقت چند اشارات پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

خواص و عوام کے مابین ایک خلا پیدا ہوتا چلا جاتا ہے جس سے مخالف عناصر فائدہ حاصل کرتے ہیں اسلام معاملات دنیوی و دینی، حکومت و سیاست میں راستبازی کی تعلیم دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ حکام و عاملین خود کو قوم کا خادم و ملازم سمجھیں اور یہ خیال کریں کہ اُن پر خدا اور مملکت کی طرف سے یہ لازم کیا گیا ہے کہ عوام کے ساتھ حسن تعلقات کیساتھ رہیں معاملات میں دیانتداری عدل و انصاف کریں رشوت ستانی اقربا پروری مکر و فریب سے محترز ہوں۔ غلط وعدوں پر ضرورتمندوں کو نہ الجھائیں۔ عوام کی خدمت جس قدر اور جتنی ان کے سپرد کی گئی ہے اُسے صداقت و سچائی کے ساتھ انجام دیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ ان کا برتاؤ وہ ہو جو اسلام نے تعلیم کیا ہے وہ یہ سمجھیں کہ ہم قوم کا ایک جزو ہیں نہ قوم ہم سے علیحدہ ہے نہ ہم اس سے جدا اُس کا دکھ درد ہماری مصیبت ہے۔ بڑی حد تک قوم کی اصلاح ملازمین و عمال پر منحصر ہے۔ اگر وہ بہتر اخلاق کو اپنا شعار زندگی بنائیں گے اور ضرورتمندوں، پریشان حالوں کی اعانت و دستگیری کریں گے تو قوم کے افراد کے قلوب کی گہرائیوں میں ان کا مقام ہوگا۔

غور کرو ہمارے وہ خلفائے کرام جو درحقیقت اسلام کے ستون تھے اور آج کی طرح ہزاروں کی تنخواہیں نہ پاتے تھے بلکہ معمولی سا گزارہ لیتے تھے شبانہ روز خدمت خلق میں وقف رہتے اور ہر ہفتہ جمعہ کے خطبہ میں قوم سے کہتے کہ ہمیں ہماری غلطی سے آگاہ کرو وہ معترض و نقد و تبصرہ کرنے والوں سے خوش ہوتے اور خدا کا شکر ادا کرتے کہ آج ہماری قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جو ہمیں ہماری لغزشوں سے

آگاہ کرتے ہیں پھر راتوں کی عبادت کے بعد دعائیں مانگنے کہ خدا انہیں توفیق دے کہ ہم وہ کام کریں جس سے قوم خوش ہو اور حقوق العباد ادا کریں۔ پس قوم کی خدمت کرنا دراصل حقوق العباد کا ادا کرنا ہے۔ حقوق اللہ میں اگر کمی ہو جائے تو خدا معاف کرنے کا مجاز ہے لیکن حقوق العباد کو اُس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک بندے ہی معاف نہ کریں ——— ہمارے ہاں تو خدمت قومی آپس کا دنگل بن گئی ہے۔ باہمی لڑائیوں سے اتنی فرصت کہاں کہ عوام سے ربط قائم ہو کبھی جو اصول بنیادی حیثیت رکھتے تھے انھیں توڑنا اور اپنی راؤں سے تبدیل کر دینا آسان کام ہے۔

الغرض مذہب اور سیاست ایک ایسا عنوان ہے جسے جدا نہیں کیا جا سکتا اگر اسلام سے سیاست کو جدا کیا گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کے جسم کو بے روح کر دیا جائے۔ اسلام آیا ہی اس لیے کہ اس کا غلبہ ہو احکام قرآنی دنیا میں نافذ ہوں۔ خدائی ارشادات کے ماتحت نظامِ عالم چلایا جائے ظلم و عدوان کو دور کیا جائے۔

قرآنِ حکیم نے دنیا کے سامنے جو عظیم الشان سیاست پیش کی اس کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے۔ انسان کی ناجائز خواہشات شیطانی خیالات کا فرانہ قوانین کے بتوں کو توڑ کر قوانین الہٰیہ کا اجرا صرف اسی وقت ممکن ہے جبکہ اسلام کے پاس اس کی اپنی حکومت ہو اور اسلامی حکومت وہی ہو سکتی ہے جس کی دفعات قانونی کتاب و سنت کے مطابق ہوں۔ اس کے عمال و عوام قرآن مجید، احادیث نبویؐ کے مقرر کردہ اصول سیاست کو اپنی زندگی کا جزو بنائیں، قائدین ماضی میں جو کچھ کہہ چکے دنیا کو جس مقصد کی دعوت دے چکے اُسے یاد کریں عوام کے احساسات و خواہشات کا صحیح اندازہ لگائیں اور ایسے اقدامات ہرگز نہ کریں جن سے عوام میں بددلی پیدا ہو، بلکہ وہ اس کی کوشش کریں کہ ایسے مواقع بہم پہنچاتے رہیں جن سے ان کے اور عوام کے مابین ربط قائم رہے وہ ان کے دکھ درد میں شریک ہوں اور احکام اسلام کی

بجاآوری میں ساعی ہوں، کم ازکم ہر ہفتہ جمعہ کی نماز میں عوام کے ساتھ شامل ہوں انھیں اپنے خیالات سے مستفید کریں اور ان کے جذبات وضروریات سے خود باخبر ہوں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ موجودہ دور کی جمہوریت ہو یا ڈکٹیٹر شپ ان تحریکات میں اسلامی نشان کہیں بھی نہیں بلکہ انگریزوں نے ایک صدی کے اندر پہلے تو مجاہدین اسلام کا گلا گھونٹا۔ عام وخاص مسلمانوں علما اور دیندار طبقہ جات کو مظالم کا شکار کیا آہستہ آہستہ زمانہ کے تغیرات کے ساتھ ساتھ ان کا طرز حکومت بدلتا گیا۔ اور ان کے سیاسی رجحانات اسلامیات دوسروں کے خیالات پر حاوی ہوتے چلے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انگریزوں کی قائم کردہ جمہوریت کو بعض علم سے تہی لوگ اسلامی جمہوریت کہنے لگے۔ ہمارے خیال میں نہ انگریزوں کی قائم کردہ جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کہا جاتا ہے نہ انفرادیت اور ڈکٹیٹر شپ کو مذہبی مانا جاسکتا ہے، جو لوگ جمہوریت کے قائل ہو کر لوگوں کی آزادی پر ڈاکہ ڈالیں۔ جابرانہ قوانین کو کالا قانون کہنے والے خود ظالمانہ قوانین جاری کریں کیا یہ جمہوریت ہے ؟

پاکستان کی تحریک میں شریک ہونے والے وہ مخلص علما، جنھوں نے کسی وقت نہ اپنی وزارتوں کا مطالبہ کیا اور نہ عہدے حاصل کرنے کی کوشش کیں، وہ تحریک پاکستان کی حمایت میں ہر قسم کی پریشانیاں اٹھانے کے باوجود اپنی مملکت پاکستان کا دستور وقانون ایسا چاہتے ہیں جو کتاب وسنّت اور احکام فقہی کے مطابق ہو۔ چنانچہ مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان نے ۱۹۵۰ء سے لیکر اس وقت تک برابر اسی کی سعی کرتی رہی اور اپنی سالانہ کانفرنسوں میں منجملہ اور مطالبات کے سب سے بڑا مطالبہ یہی رہا کہ پاکستان کا دستور کتاب وسنّت اور احکام فقہی کے مطابق بنایا جائے ملک میں ایک وزارت دینی بنائی جائے جو قوانین کو اسلام کے مطابق بنائے اور یہی وزارت ملک کے اندر اسلامی قوانین پر عمل کرائے مساجد مکاتب عورتوں

مردوں کے حقوق باہمی اور وراثت کے مسائل کا فیصلہ کرے یا کوئی اسلامی کونسل قائم کی جائے۔

**زکوٰۃ** فرائض وارکانِ اسلام میں اگرچہ ہر فرض بذاتِ خود اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے لیکن زکوٰۃ ایک ایسا رکن ہے جس پر عمل کر کے ان نازک اور پیچیدہ مسائل کو جن کی وجہ سے قتل وغارت گری تباہی وبربادی ہو رہی ہے حل کیا جا سکتا ہے۔ آج امارت، غربت، دولت کی مساوی تقسیم سرمایہ داری، غیر سرمایہ داری کے مابین جنگ عظیم برپا ہے، زکوٰۃ اِن سب کا علاج کر سکتی ہے۔

اسلام امیروں غریبوں سب کیلئے جامع ہدایات رکھتا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا پر غربت وافلاس طاری رہے یا انسانوں کو فقیر وسائل بنا دیا جائے۔ غریبوں کی خودداری مٹا کر کاسۂ گدائی یا دریوزہ گری کی عادت ڈالی جائے بلکہ اسلام صاف صاف الفاظ میں: ''وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ'' فرما کر ہر فرد پر کسب اور محنت لازم کرتا ہے۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ انسان صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھائے۔

چونکہ صلاحیتیں مختلف ہیں طبیعتیں جداگانہ ہیں ایک وہ ہے جو اپنی ذہنی و فکری قوتوں سے بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ دوسرا شبانہ روز محنتِ شاقہ عقل وفہم کے مطابق سعی پیہم کرتا ہے لیکن اتنا حاصل نہیں کر سکتا۔ پس یہ مسئلہ کہ دولت میں مساوی تقسیم'' ہو نہ فطرتاً صحیح ہے نہ عقلاً۔ جس طرح زندگی کے شعبہ جات میں ہم دیکھتے ہیں ایک حاکم ہے دوسرا محکوم۔ ایک عالم ہے دوسرا جاہل۔ ایک ماہرِ صنّاع اور اختراعات وایجادات کا موجد ہے دوسرا مزدور۔ جب ہر انسان صلاحیت و قابلیت کے لحاظ سے مختلف ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر شخص دولت مند ہو جائے یا ہر شخص غریب ہی ہو اگر یہ کچھ غریب ہوں گے، کچھ امیر۔ اسی طرح دولت و سرمایہ بعض کے پاس زائد ہوگا بعض کے پاس کم۔

اسلام نے سرمایہ دار اور غریب دونوں کے لئے جدا جدا قوانین پیش فرمائے۔

یعنی سرمایہ جمع کرنا برا نہیں اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہر شخص محنت سے روزی کمائے دولت و سرمایہ جمع کرے سرمایہ جمع کرنے میں اسلام نے تاکید فرمائی کہ مکر۔ دغا۔ ظلم و جبر سے دولت جمع نہ کی جائے اگر ایک شخص تجارت کے ذریعہ دولت حاصل کرنا ہے تو اسے اسلام نے حکم دیا کہ وہ ایمانداری، دیانت داری کے ساتھ تجارت کرے اس کا فرض ہے کہ خریداروں سے مناسب نفع لے۔ بلیک مارکیٹ، چور بازاری، مکر و فریب سے قطعاً محترز رہے۔

ہر تاجر صدقِ مقال اکلِ حلال کو اپنی زندگی کا جزو بنائے، یہ نہ ہو کہ دغابازی و چالبازی سے اس کی کوشش کرے کہ رذیل اشیاء عمدہ سامان کیساتھ ملاکر فروخت کرے، خریداروں کیساتھ حسن معاملت سے پیش آئے۔ غریبوں کیلئے اُس کی دولت وقف رہے غربا اور ضرورتمندوں کی مصیبت میں کام آئے ان کی تکالیف دور کرنے میں ہر وقت آمادہ رہے۔ غریبوں مزدوروں سے جو کام لیا جائے معاہدہ و قرارداد سے زائد بار نہ ڈالا جائے جس قدر اُجرت فریقین میں طے پا گئی ہے وہ وقت پر ادا کی جائے اسلامی احکام میں یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اُجرت دی جائے۔ آج کل کے سرمایہ دارانہ نظام میں ہو یہ رہا ہے کہ سرمایہ دار و جاگیردار خود عیاشیاں کرتے ہیں اپنے لئے محلاتِ شاہی بناتے ہیں وہ غریبوں مزدوروں کے پسینے اور خون سے زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی کرتے ہیں۔ غریبوں کے حقوق ادا نہیں کرتے وہ اگر محلوں میں بھی رہیں تو غریبوں کی رہائش و قیام کے لئے بھی ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائیں ان کی تکالیف دور کرنیکا انتظام کریں اُن کی زندگی و مستقبل کو بہتر بنانے پر اپنی دولت وقتاً فوقتاً خرچ کرتے رہیں یہ نہ ہو کہ غریب کاشتکاروں مزدوروں پریشان حال غریبوں سے محنت شاقہ لیں اور ان کی ضروریات کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔

یہ بات کسی طرح روا نہیں کہ ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جائے انھیں ذلیل و خوار سمجھا جائے، بے آبروئی کی جائے، بیگار لی جائے انھیں انسانی حقوق

سے محروم کردیا جائے بلکہ جس طرح اپنی اولاد کے لئے تعلیم و تربیت کا نظم کیا جاتا ہے اسی طرح کاشتکاروں مزدوروں کے بچوں کی تعلیمی ضروریات کے تمام انتظامات مکمل کئے جائیں اُن کی عزت و آبرو کو اپنی عزت سمجھا جائے بجائے سخت گیری کے نرمی کی جائے جہاں خود زیادہ سے زیادہ سرمایہ بانفع حاصل کرتے ہیں انھیں مناسب و معقول اجرتیں دیں اُن کے جائز مطالبات کو پورا کریں۔

یہ ہے وہ طریقۂ کار جو اسلام نے مقرر فرمایا اب رہا یہ مسئلہ کہ نفس سرمایہ داری جائز ہے یا نہیں۔ اسلام نفس سرمایہ حاصل کرنے کی ممانعت نہیں کرتا وہ ہر انسان کو حق دیتا ہے کہ تجارت وکسب کے ذریعہ جسقدر دولت پیدا کرنا چاہے کرسکتا ہے، اگر ایک سرمایہ دار اپنا پیسہ خرچ کرکے جاگیر یا علاقہ خرید کر مالکانہ قبضہ کرنا چاہے تو اُسے حق ہے، ایک دولتمند اگر کارخانے کھولے مشینیں لگائے تو بلاشبہ اُسے محروم نہیں رکھا جائیگا جس طرح مزدور و کاشتکار کو اس کا حق ہے کہ وہ محنت و مزدوری کرکے سرمایہ حاصل کرے دولتمند کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی دولت و سرمایہ سے تجارت و کاروبار کو بڑھائے۔ اسلام نفس سرمایہ داری کا مخالف نہیں البتہ وہ سرمایہ پرستی کا قلع قمع کرتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے سرمایہ و دولت کا جائز طریقہ سے حاصل کرنا ممنوع نہیں یہ امر کہ سرمایہ دار کی اُس دولت و مملوکات کو جو یا تو اُس نے اپنے دست و بازو کی محنت و قوت سے حاصل کیں یا اُسے ترکہ و وراثت میں حاصل ہوئیں یا بطور انعام و حسن خدمت میں جب وہ اُن کا مالک ہوگیا تو اُس کی دولت جاگیرات و اشیاء کو اُس کے قبضہ سے نکال کر قومی ملکیت بنادیا یا نیشنلائز کرنا کسی طرح جائز نہیں شریعت میں کسی کی ملکیت کو جبرًا مالک و وارث کے قبضہ سے نکال کر غیروارث کو دے دینا غصب ہے جس کا کسی بھی سلطنت و حکومت کو حق حاصل نہیں، اگر تمام انسان یکساں صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوسکتے اور اُن سب کی جدا جدا استعدادیں ہیں تو لامحالہ ہر انسان اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے

دولت و سرمایہ حاصل کرے گا اگر ہر انسان کو حکومت و سلطنت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ قابلیت کے معیار پر اُسے حصّہ ملے گا تو پھر دولت کی مساوی تقسیم کس طرح ہو سکتی ہے، یہ عقلاً دونوں طرح غلط ہے فرقِ مراتب بہرطور قائم رہے گا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ غریبوں کے عام انسانی حقوق اگر پامال کئے جا رہے ہوں اُن پہ جبر و تشدد کیا جا رہا ہو سرمایہ دار غریبوں، مزدوروں، کاشتکاروں سے وہ کام لے رہے ہوں جو انسانیت کے خلاف ہیں یا جن سے اُن کی انسانیت تباہ ہو جائے بلاشبہ ان زیادتیوں کو دفع کیا جائے۔ شدائد و مظالم کرنے والوں کو قوانین کے ذریعہ روکا جائے، لیکن کسی کے قبضہ و ملکیت کو باطل کرنا مالکانہ حیثیت کو ختم کر دینا قطعاً غیر صحیح ہے۔

اگر کسی بادشاہ و سلطان یا حکومت نے کسی شخص یا افراد کو کوئی علاقہ مخصوص شرائط کے لئے دیا ہے اور وہ شرائط پوری نہیں ہو رہی ہیں یا مالک و قابض اپنی عیاشیوں میں دولت برباد کر رہا ہے اسلام حکم دے گا کہ اُس کی اِن مکروہات کو روکا جائے لیکن نفس تملیک کو باطل نہیں کیا جائے گا۔

الغرض زکوٰۃ امارت و غربت کا بہترین علاج ہے آج اگر زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم ہو اور صحیح نظام کے ساتھ غریبوں کی ضروریات کے لئے زکوٰۃ و صدقات وصول کئے جائیں اور اُن کا مصرف معقول تجویز کیا جائے تو تمام پیچیدہ مسائل بآسانی حل ہو سکتے ہیں۔

اسلام ہر شخص کو کسب حلال کا حکم کرتا ہے پھر بھی ایسے بکثرت افراد ہونگے جن کا کوئی ذریعہ معاش نہیں وہ اپنی صحت یا بیماریوں اور دوسرے عوارض کے باعث بیکار و محتاج ہیں اسلام نے ایسے غربا، پریشان حالوں محتاجوں کو سرمایہ داروں کی دولت کے ایک حصّہ کا مالک و مستحق قرار دیا جسے شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں جو اصل سرمایہ پر سال گزرنے کے بعد ڈھائی روپیہ فیصد کے حساب سے وصول کی جائے گی اور یہ خدائی ٹیکس ہر صاحب نصاب سرمایہ دار پر

واجب ہے اگر کوئی شخص دینے سے احتراز کرے تو اُس کے خلاف مؤثر اقدامات کا حکم ہے۔

**زکوٰۃ کی وصولی کا منظم طریقہ** اگرچہ ہر صاحبِ نصاب سرمایہ دار کو اس کا حق ہے کہ وہ رقم زکوٰۃ کو باختیار خود مستحقین پر صرف کرے لیکن انفرادیت سے تقسیم کی وہ اصل غرض جو اسلام کے سامنے ہے باطل ہو جائے گی۔ اسلام چاہتا ہے کہ تمام رقوم زکوٰۃ حکومت اسلامی کے بیت المال میں امیرِ خلیفہ جمع کرائے اور منظم طریقہ سے غریبوں پر خرچ کیا جائے بیت المال کا قیام اور اُس کا صحیح اہتمام وانصرام بغیر امیر کے اگرچہ مشکل ہے پھر بھی اگر ایک مملکت جو آزاد و خود مختار ہو مانا کہ انتخاب امیر نہ ہو لیکن اگر وہ اس نظام کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسلام کے صحیح اصولِ معینہ کے ماتحت زکوٰۃ کی وصولی و خرچ کا باقاعدہ انتظام کرے تو بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

**زکوٰۃ کمیٹی** ۱۔ تحریک زکوٰۃ کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایک ایسی مؤثر کمیٹی بنائی جائے جس میں مختلف طبقات و معتقدات کے علمار شامل ہوں تاکہ وہ معتقداتِ مذہب کے مطابق رقوم زکوٰۃ کا تعین اور مالیات کے مصرف وغیرہ کی نگرانی کر سکیں۔

۲ ۔ کمیٹی میں چند سرمایہ دار اور چند عمال حکومت شامل و رکن ہوں تاکہ تمامی انتظامات کی دیکھ بھال کر سکیں۔

۳ ۔ یہ کمیٹی علمار کی رائے سے ایک مسودہ قانونی تیار کرے اور اس مسودہ کو مجلس قانون ساز منظور کر کے ہر صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ دینا لازم کرے۔

۴ ۔ یہ کمیٹی وصولی اور تقسیم کے قواعد اور خاکے ترتیب دے۔

۵ ۔ یہ کمیٹی سرمایہ داروں کے مالیات و آمدنی کی فہرستیں مرتب کرائے۔

۶ ۔ کمیٹی کے ارکان اور غریبوں کے مابین روابط مستحکم کئے جائیں اُن کے

دروازے غریبوں کے لئے کھلے رکھے جائیں تاکہ وہ بغیر کسی دشواری اور صعوبت کے اپنی ضروریات و تکالیف کا اظہار کرسکیں۔

## زکوٰۃ دینے کا ایک اصلاحی خاکہ

بجائے اس کے کہ ہر غریب و محتاج کو سال میں ایک بار وقتی طور پر نقد رقم دی جائے بہتر ہوگا کہ "غریبوں کا صنعتی ادارہ" قائم کیا جائے۔

۱ - اس ادارہ کے ابتدائی مصارف صنعتی اشیاء کی فراہمی کا انتظام حکومت اپنے ذمّہ لے۔ اسی طرح کچھ دنوں کے لئے دیانت دار محنتی عملہ کا نظم بھی حکومت کرے۔

۲ - جس قدر سرمایہ وصول ہو اُس میں سے کم از کم خرچ عاملین کے لئے نکالا جائے (جس کا تعین کمیٹی کرے) باقی تمام سرمایہ راس المال فنڈ کے کھاتہ میں جمع کیا جائے۔

۳ - اس ادارہ میں مختلف قسم کی صنعتیں قائم کی جائیں جن میں ہر غریب کو شامل کیا جائے۔

۴ - کام سیکھنے کی حالت میں راس المال سے ایک معینہ رقم دی جائے۔

۵ - ہر غریب کی رقم اُس کے نام پر سرمایہ محفوظ (فکس اکاؤنٹ) میں جمع رہے۔ شادی بیاہ غمی کے مواقع پر حسب ضرورت و موقع ایک جزو (جو کمیٹی نے طے کیا ہو) دیا جائے۔

۶ - اس صنعتی ادارہ کے مالک بھی غریب ہوں گے اور وہی صنّاع و مزدور بھی۔

۷ - جس شخص کو کوئی رقم دی جائے گی وہ ادارہ کا رکن ہوگا بغیر رکنیت مکمل کرائے ہوئے رقم کا مستحق نہ ہوگا۔

۸ - لازم ہوگا کہ سوا محتاج اور اپاہجوں کے ہر غریب ادارہ میں کام کرے۔

۹ - غریب عورتوں کی فہرستیں بھی ادارہ مرتّب کرائے گا اور ان عورتوں کو یہ ادارہ چرخے کرگھے مشینیں معینہ شرائط کے ماتحت دے گا مشینوں

، حرخوں کرگھوں سے جو اشیاء و مصنوعات تیار ہوں گی اُن کے لئے سامان بھی ادارہ فراہم کرے گا۔

۱۰ - عورتیں جہاں مقیم ہوں گی انھیں وہیں سامان پہنچائے گا۔

۱۱ - مرد و عورتیں جو سامان تیار کریں وہ اُن کے حساب کے کھاتہ میں نام وار درج کیا جائے گا۔

۱۲ - اس ادارہ کا تمام سامان بازاروں اور دیگر مقامات پر بھیج کر فروخت کرانے کا ہر امکانی انتظام کیا جائے گا۔

۱۳ - سامان کی تقسیم و نگرانی کے لئے چند دیانت دار اور مستعد افراد مقرر کئے جائیں گے۔

۱۴ - ہر کاریگر و مزدور کو فروخت شدہ اشیاء کی قیمتوں سے روزانہ اخراجات کے لئے ایک معیّنہ رقم دی جائے گی زرِ منافع راس المال میں جمع کیا جائے گا۔

۱۵ - چھوٹے بچّوں کے لئے اُن کی عمر و بساط کے مطابق کام تجویز ہوں گے اور انھیں بھی محنت کے لحاظ سے مالی حصّہ دیا جائے گا۔

۱۶ - اس ادارہ کے علیحدہ علیحدہ کھاتہ اور ناموار رجسٹر ہوں گے، جن میں اندراجات ہوں گے اسی طرح اشیاء و مصنوعات کی درآمد برآمد درج رجسٹر ہوگی۔

۱۷ - حکومت کا ایک خاص عملہ حسابات اور کاموں کی جانچ کرے گا اور اس کی نگرانی کرے گا کہ غریب و صنّاع و مزدور کام کر رہے ہیں یا نہیں جو لوگ عمداً بغیر کسی خاص وجہ کے غیر حاضر ہوں گے انھیں ادارہ سزا دینے کا مجاز ہوگا۔

۱۸ - اگر ادارہ ترقی کر جائے تو ایک یتیم خانہ اور چند مدارس و مکاتب بھی جاری کرے گا۔

۱۹۔ نادار طلبہ کو ادارہ کی طرف سے تعلیمی وظائف دیے جائیں گے لیکن وہ اُسی وقت وظیفہ پانے کے مستحق ہوں گے جبکہ تعلیمی اوقات کے علاوہ کچھ نہ کچھ وقت اس ادارہ کے صنعتی کاموں میں صرف کریں۔

۲۰۔ جو طلبہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ادارہ میں کام کریں اُنھیں وظائف کے علاوہ حصّے بھی دیے جائیں گے اور اُن کا ادارہ میں مالکانہ حصّہ شامل کیا جائے گا۔

۲۱۔ جو لوگ اس ادارہ میں کام کریں گے اُن کے لئے لازم ہوگا کہ ادارہ کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کریں۔

۲۲۔ ادارہ کے چلانے والے ایسے افراد ہوں گے جنھیں صنعت وحرفت کا تجربہ ہو۔

۲۳۔ ادارہ کا ایک صدر، ایک ناظم، دو نائبین، ایک خزانچی ہوگا۔ منتظمہ کمیٹی کے ارکان کم از کم ۲۱ ہوں گے۔

۲۴۔ انتخاباتِ عہدہ داران و ارکان ۳ سال کے لئے ہوں گے تاکہ ہر عہدہ دار پوری محنت کے ساتھ ادارہ کو چلا سکے اور اس کی قائم کردہ اسکیمیں نتیجہ خیز ہوں۔ اگر کوئی عہدہ دار یا رکن ادارہ کے مقاصد کی خلاف ورزی کرے یا بددیانتی کرے تو اُسے کمیٹی علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی۔

۲۵۔ انتخابات محرم کے مہینہ میں بعد عاشورہ ہوا کریں گے۔

۲۶۔ کمیٹی ادارہ کے تفصیل قواعد مرتب کرے گی جو صدر و ناظم کی منظوری اور حکومت کے معین کردہ افراد کے مشورہ کے بعد شائع ہوں گی۔

۲۷۔ حکومت کا فرض ہوگا کہ وہ آنے والے مہاجرین کی جدید فہرستیں اس ادارہ کے پاس بھیجے اور مہاجرین کو مجبور کرے کہ وہ اس ادارہ میں شامل ہوں۔

یہ ایک ابتدائی خاکہ ہے اگر اس نوع پر حکومت اس ادارہ کا قیام

عمل میں لاکر کام شروع کرائے تو ایک طرف غریب بھیک کی عادت سے بچ جائیں گے دوسری جانب وہ صنعت و حرفت سے باخبر ہوں گے اور ان میں کمانے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

## فطرہ چرم قربانی اور دیگر صدقات

ہر صاحبِ نصاب پر لازم کیا گیا کہ وہ نمازِ عید الفطر ادا کرنے سے قبل فطرہ ادا کرے فطرہ کی رقم پاکستانی سکہ سے بارہ آنہ فی کس ہوتی ہے۔

اسی طرح عید الضحیٰ کے دن قربانی کے گوشت کا ایک حصہ۔ کھالیں یا قیمت غریبوں کو دینا لازم ہے۔ اگر زکوٰۃ کی طرح فطرہ چرم قربانی کو منظم طور پر وصول کرکے غریبوں کے صنعتی ادارہ میں جمع کیا جائے تو اس کا سرمایہ وسیع سے وسیع تر ہوگا اسی طرح ادارہ وقتاً فوقتاً خواص و عوام سے عطایا بھی وصول کر سکے گا اگر اس صنعتی ادارہ کو پوری توجہ سے جاری کیا جائے تو بہت تھوڑے عرصہ میں عوام و غریب اپنی پریشان حالیوں کو دور کرکے اپنا مستقبل شاندار بنا سکتے ہیں نیز امارت و غربت کے ناقابل مسائل کو زکوٰۃ کی تنظیم اور اس خاکہ کے ماتحت عمل کرنے سے طے کیا جا سکتا ہے۔

## روزہ اور اُس کے فوائد و برکات

ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ رمضان المبارک میں تیس دن کے روزے رکھے۔ روزہ محض اسی کا نام نہیں کہ صبح سے غروب تک کھانا پینا ترک کردے بلکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے فوائد بے شمار ہیں:۔

۱ ۔ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت خواہشاتِ نفسانی کے ترک کی وجہ سے مہذب ہو جاتا ہے۔

۲ ۔ روزہ اخلاق کی درستی، عزم و ہمت، فداکاری، قربانی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

۳ ۔ روزہ بھوکوں پیاسوں پریشان حال غریبوں کی تکلیف کا احساس کراتا ہے۔

۴ ۔ روزہ جہادِ نفس کا بہترین معلّم ہے ۔
۵ ۔ معالجین متفق ہیں کہ کم خوری صحتِ انسانی کے لئے بہترین نسخہ وعلاج ہے
۶ ۔ روزہ بہت سے امراضِ جسمانی کو دور کرتا ہے ۔
۷ ۔ روزہ سبق دیتا ہے کہ جس طرح ایک مہینہ کامل خواہشاتِ نفسانی کو ترک کیا اسی طرح محرمات وممنوعات سے ہمیشہ محترز رہنا چاہیئے ۔
۸ ۔ انسان عقل کی اطاعت کرتا تھا عقل نے جن اُمور کو جائز کیا وہ روزہ میں حرام ہو جاتی ہیں ۔
۹ ۔ بی بی سے روزہ میں صحبت کرنا، کھانا پینا عقلاً روا تھا لیکن روزہ نے ان سب کو حرام کر دیا ۔
۱۰ ۔ روزہ سبق دیتا ہے کہ ہر مؤمن جہاد کے لئے تیار رہے جہاد کا موقع آجائے تو جس طرح دِن بھر بھوکا پیاسا رہ کر جہاد نفس کیا اور تمام خواہشاتِ نفس کو ترک کیا میدانِ جنگ میں بھی بغیر کسی اضطراب کے بخندہ پیشانی تکالیف کا مقابلہ کرے ۔

جس طرح رمضان میں دن بھر کے امتحانات کے باوجود رات کو تراویح اور قرآن پاک کی سماعت کرتا تھا ایسے ہی نماز وتلاوت کا عادی رہے ۔ شراب زنا ۔ جوا ۔ فسق وفجور ۔ شرک وکفر جیسی بیماریاں جو انسان کی روح کو کمزور کر دیتی ہیں کلیتاً ترک کرے ۔ روزہ انسان کی بری عادات کو چھڑا کر خصائلِ حسنہ کا عادی بناتا ہے اگر مومن حقیقی طور پر روزہ رکھکر اپنے عادات وجذبات کو درست کرے تو دراصل روزہ اس کی زندگی میں نمایاں انقلاب پیدا کر دے گا ۔

غریبوں سے الفت پریشان حالوں کی پیاس وبھوک کی تکالیف سے عملاً آگاہ ہوکر غریبوں کے ساتھ الفت ومحبت پیدا کرے گا ۔

## روزہ اور اُس کا احترام

ماہِ رمضان المبارک برکاتِ روحانی کا مخزن ہے اس مہینہ میں جو معمولات مقرر کئے گئے ہیں،

اُن پر عمل کرنا ہر بڑے چھوٹے کا فرض ہے اس مہینہ میں روزہ اور روزداروں کا احترام ضروری قرار دیا گیا۔

جو بیمار و ضعیف مسافر ہیں انھیں رخصت دی گئی لیکن اسی کے ساتھ حکم دیا گیا کہ وہ روزہ داروں کے سامنے نہ کھائیں حتیٰ کہ وہ لوگ جو اپنے گھروں میں ہیں اور شرعی حیثیت سے معذور ہیں ان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ روزہ داروں کا احترام کریں چہ جائیکہ بازاروں، دفتروں، ہوٹلوں میں آزادانہ طور پر کھانا پینا کس طرح پسند ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی مومن روزہ دار بھی موجود نہ ہو تب بھی عام طور پر ماہ رمضان کے دنوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے کھانا پینا بھی اپنے ایک فریضہ کی توہین کرنا ہے۔ ہوٹلوں کھاتے کی دوکانوں پر رسمی طور پر پردے لٹکا کر کھانے پینے کی اجازت دینا ایک ایسی غلطی ہے جو لوگوں کو بجائے منع کرنے کے تحریک کرتی ہے۔ آج اگر قانوناً ماہِ صیام میں صبح سے شام تک ہوٹل بند کئے جائیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ نظام حکومت میں کون سی خدانخواستہ خرابی پیدا ہو جائے گی۔ یہ مہینہ اپنی عظمت و توقیر کے لحاظ سے سیدا لشہور ہے۔ اگر اس کا صحیح احترام بھی ارباب حکومت نہیں کرا سکتے تو آخر مستقبل قریب میں دوسرے بنیادی و اساسی مسایل دین میں کیا اُمید ہو سکتی ہے کہ جذباتِ دین کا احترام کیا جا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ جواب مسافروں کا ہو سکتا ہے اگر حکومت عام طور پہ اعلان کر دے کہ ماہ صیام میں صبح سے شام تک ہوٹل بند رہیں گے تو ہر مسافر خود ہی اپنا انتظام کرے گا۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ بے حرمتی کرنے والوں کو سزا دینے کی تجاویز مرتب کر کے اُن پر عمل کرے حیرت ہے جو لوگ احترام ماہِ صیام پر زور دیں اور لوگوں کو رمضان میں دن کے حصّہ میں ہوٹلوں کے اندر جانیسے روکیں اُن کو تو مستوجب سزا قرار دیا جائے اور ماہِ صیام سے مذاق اور گستاخی کرنے والوں کے لئے ہمارے ہاں قانون میں کوئی سزا نہیں۔ شراب خانے۔ جوئے خانے۔ زنا کے اڈّے آزادی سے

ماہِ صیام میں کھلے رہتے ہیں۔

روزہ بد اخلاقیاں دور کرنے کے لئے ہے مگر افسوس اس مقدس مہینہ میں مسلمان مکروہات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ روزہ باہمی محبّت بڑھانے کے لئے تھا مگر آج معمولی باتوں پر کشت و خون ہوتے ہیں۔

روزہ نفسانی خواہشات و لذّات ترک کرنے کے لئے تھا مگر روزہ دار سینما، تھیٹر، قحبہ خانوں کو بھی ترک نہیں کرتے۔ وہ اِن محرمات اور لہو و لعب میں رمضان کی مبارک راتیں صرف کرتے ہیں مگر تراویح و عبادت سے بھاگتے ہیں۔ باجے گاجے ہر قسم کے ناچ رنگ اس مہینہ میں جاری رہتے ہیں اگر روزہ دار بُری عادتیں ترک نہ کر سکے تو کیا انھوں نے روزہ کا حق ادا کیا ضرورت ہے کہ اس مہینہ میں ملک کے ایک ایک گوشہ میں قرآن کانفرنسیں منعقد کی جائیں، جن میں قرآنی تراجم و معانی پیش کرکے فلسفہ قرآن پاک سے باخبر کیا جائے۔

اس مہینہ میں خصوصی اہتمام کے ساتھ یوم بدر منا کر مسلمانوں میں رُوحِ جہاد پیدا کی جائے افسوس ہمارے با اقتدار عناصر و افراد کو دوسرے شعبہ جات پر اوقات صرف کرنیکا موقع ہے لیکن احکامِ دین کی ترویج کے لئے فرصت نہیں ہر سال انھیں توجّہ دلائی جاتی ہے کہ وہ انسدادِ شراب نوشی اور محرمات کی بندش کے لئے قوتِ عمل سے کام لیں۔ چند سطحی بیانات کے علاوہ کوئی موثر اقدام نہیں کیا جاتا۔ آج اگر قانون حکومت سے کوئی شخص بغاوت، مخالفت کرے تو اُسے سزا دی جائے گی لیکن خدا اور اس کے رسول سے بغاوتیں کی جائیں تو اُن کی سزا نہیں۔

**حج** حج زندگی میں ایک بار ہر اُس مستطیع مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس زادِ راہ سفر کے علاوہ اتنا سرمایہ ہو کہ عدم موجودگی میں اُس کے اہل و عیال گذارہ کر سکیں۔ ایک حج کے علاوہ دوسرے حج نفلی حج کہلائیں گے ظاہری طور پر بہتے۔ عرفات۔ مزدلفہ کا قیام۔ رمی جمار۔ سر منڈانے طواف کعبہ

سعی صفا و مروہ وغیرہ کرنے کا نام حج ہے۔ مگر حقیقتاً حج مسلمانانِ عالم کی ایک بین الاقوامی سالانہ کانفرنس ہے جس کے اندر تمام دنیا کے مسلمان شریک ہوکر ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کریں باہمی اخوت و محبت کا عہد و میثاق کیا جائے ہر ملک اپنے اپنے یہاں کے حالات پیش کرے۔ ایک متفقہ لائحۂ عمل بنایا جائے جس پر تمام ممالک کے مسلمان کاربند ہوں۔

طے کیا جائے کہ جس کسی ملک پر مصیبت آئے تمام ممالک اسلامی اس کی اعانت و امداد کریں گے۔ اسلامی عزت و وقار کی خاطر جسمِ واحد کی طرح یک جہتی سے کام کریں گے۔

افسوس آج مجلسِ اقوام کی رکنیت کو مایۂ ناز سمجھا جا رہا ہے مگر حج جیسی بین الاقوامی کانفرنس سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا اگر ہم یہ کہوں تو غالباً بیجا نہ ہوگا کہ دنیائے اسلامی بظاہر آزاد مگر بباطن اسیرِ فرنگ ہے۔ نہ مجاہدانہ جوش و ولولہ ہے نہ اسلامی جذبۂ عمل نہ اپنی کوئی مختص مذہبی و قومی سیاست ہے۔ بلکہ ہمارے اعضا اغیار و اجانب کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں وہ لڑتے بھی ہیں تو خدا کے لئے نہیں بلکہ دشمنانِ دین کی خاطر، ہماری تمام توجہ کا مرکز اعدا بنے ہوئے ہیں جنھوں نے ماضی و حال میں ہماری بربادیاں کیں مستقبل میں بھی وہ ہمارے درپئے آزار رہیں گے۔ وہ اپنی اغراض کے لئے ہمیں لڑاتے ہیں ہماری وجہ سے اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچنے دیتے اُن پر اعتماد کرنا توقعات وابستہ رکھنا بدعقلی و حماقت ہے کفار و مشرکین کسی وقت بھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم دو ایک جگہ نہیں صدہا مقامات پر ان کے ظاہر و باطن کی خبر دے چکا ہے بس انھیں اپنا بنانے میں جو وقت اور دولت صرف کی جارہی ہے۔ اگر اس کی بجائے اجتماع حج پر دماغی طاقتیں صرف کی جائیں، برکاتِ حج سے صحیح استفادہ کیا جائے تو نتائج بہتر سے بہتر پیدا ہو سکتے ہیں۔

**حج کے واجبات و ارکان کی حکمتیں** | ہر حاجی یہ جانتے ہوئے کہ راستہ

خطرناک سفر طویل ہے مگر وہ اہل و عیال جائداد و املاک سرمایہ گھر بار عزیز تر بن اشیاء کو چھوڑ کر عشق و محبت سے سرشار ہو کر ارادۂ سفر حج کر دیتا ہے اور متعلقین سے صاف الفاظ میں یوں کہتا ہے: اگر حرمین الشریفین میں موت بھی آجائے تو اُس پر ہزار موتیں نثار زندہ آیا دولت لازوال لے کر آؤں گا مرا تو آغوش خداوندی بارگاہِ نبوی میں پہنچ جاؤں گا۔ ہنسی خوشی سب سے رخصت ہوتا ہے۔ احباب و اعزا بندرگاہ تک آئے اکثر و بیشتر کی آنکھیں اس لئے اشکبار ہیں کہ ایک یہ خوش نصیب ہے جو دولتِ دارین حاصل کرنے جا رہا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ اس سعادت سے محروم۔ کسی کی زبان پر یہ مصرعہ ہے:

"ہمیں بھی یاد رکھنا کوچۂ دلدار میں جا کر"

کوئی حسرت و یاس سے کہہ رہا ہے:

اِک ہم ہیں کہ ایک ایک کا منہ دیکھ رہے ہیں
اِک وہ ہیں کہ دوڑے گئے دیکھ آئے مدینہ

زائرینِ حرم سب سے رخصت ہو کر جہاز پر کیا چڑھے کہ اب اُن کی دُنیا ہی بدل گئی جذباتِ محبت کا ہجوم ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کہہ کر روانہ ہو گئے۔ اب ایک ایک لمحہ تصور حرم میں اضطراب کیساتھ گذر رہا ہے دل کو سنبھالا تو خیال ہوا، درِ حبیب تک پہنچنے سے پہلے اپنے آپ کو اس قابل بنالیں کہ قدوسین کی انگلیاں نہ اُٹھیں ہ تکبیرات توبہ و استغفار میں وقت گذارا جا رہا ہے۔ جدھر دیکھو ایک بحرِ ذخار ہے اگر سمندر کی ایک موج چاہے تو جہاز کو اپنی آغوش میں چھپالے مگر اِن اللہ والوں کو نہ سمندر کا خوف نہ موجوں کا غم وہ

"دو کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیئے ہیں"

کہتے ہوئے چلے جا رہے ہیں ہفتے اسی طرح گذر گئے مگر مستانِ عشق کو احساس بھی نہ ہوا۔

## امتیازات کا خاتمہ

پہلا نشانِ منزل محبوب (یلملم) قریب آتے ہی واقفانِ راہ نے مطلع کیا عشاقِ حرم نے لباس عاشقانہ

پہننے کی تیاریاں شروع کردیں اللہ اللہ یہ منظر بھی کس قدر عجیب کتنا دلنشین پُرتاثیر ہے۔ سب نے امتیازی ملبوسات اُتار دیئے غسل کرکے بدن صاف کیا خوشبوئیں لگائیں عاشقانہ کفنیاں پہن لیں۔ نہ شاہ کا پتہ ہے نہ فقیر کا، سب بلا امتیاز اُٹھتے بیٹھتے لبیک کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہاں سے سخت امتحانات شروع ہوگئے نہ سر پر چادر ڈال سکتے ہیں نہ تاج شاہی، مچھر کاٹے تو اُسے مارنا ممنوع، لی بی ساتھ ہے مگر ہم بستری حرام سرد ہوائیں چل رہی ہیں سر نہیں چھپا سکتے عاشقان صادق مردانہ وار امتحان دے رہے ہیں نہ جنون بگڑتی ہے نہ لب پر شکوہ و فریاد تا آنکہ ساحل مطلوب نگاہوں کے سامنے آیا دل ہزاروں ہاتھ اوچھلنے لگا ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ جلد سے جلد زمین پر قدم رکھے باری باری سب ہی اُتر گئے۔

حجاج کے قافلوں کا منظر عجیب ہے موٹروں اونٹوں کی قطاریں ہیں جن کو یہ سواریاں میسر نہ آسکیں وہ پیادہ پا ہی چل کھڑے ہوئے۔

## سرزمین حرم کا تاریخی منظر

یہی وہ خطہ ہے جہاں ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بڑھتی رہی اسی سرزمین پر ایک قافلہ جس میں ایک بزرگ اپنی بی بی معصوم بچّہ کو لئے ہوئے وادی غیر ذی زرع میں تشریف لائے بی بی بچّہ کو ابتلا و آزمائش کیلئے چھوڑ کر چلے گئے عورت ذات لق دق میدان میں بچّہ کو لئے بیٹھی ہے بچّہ پر بھوک پیاس کا غلبہ ہے نہ کوئی درخت ہے جس کے سایہ میں بیٹھ جائے نہ پانی ہے جس سے تشنگی بجھائے نہ غذا ہے جسے کھاسکے بچّہ نے رونا شروع کیا مامتا والی ماں پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے مابین چکّر لگا رہی ہے۔ اُدھر خدا کی شان دیکھئے ماں نے واپسی پر دیکھا بچّہ کے پیروں تلے چشمہ جاری ہوگیا عابدہ نے سمجھ لیا کہ خدا نے ہم پر فضل کیا ہماری اولاد کو بابرکت کیا۔ ادائے شکر کی غرض سے سربسجدہ ہوگئیں اور یہیں رہنے کا عزم فرمایا۔ چشمہ جاری ہونے ہی پرندو چرند آنے لگے ریگستان عرب کے رہنے والے

وحوش وطیور کو بے آب وگیاہ میدان میں آتے دیکھ کر سمجھ گئے کوئی اعجوبہ روزگار واقعہ رونما ہوا ہے چنانچہ لوگ اُن کے پیچھے پیچھے ہوئے جیسے ہی صفا ومروہ کے قریب پہنچے دیکھا ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے سامنے بچّہ لیٹا ہے جس کے پاؤں کے نیچے چشمہ جاری ہے یہیں پرندے جمع ہو رہے ہیں۔

عورت کی شکل سے زہد واتقا نمایاں چہرہ عظمت وبرتری کا گواہ اُدھر بچّہ کی نورانی شکل دلوں کو اپنی طرف متوجّہ کر رہی تھی ہر آنے والا سمجھ گیا۔ قسمت جاگ گئی یہ خاندانِ نبوّت ہے جس کے تذکرے سنتے چلے آئے ہیں موجودہ نشانیاں گواہ ہیں کہ خدا اس سرزمین کو شرف وعظمت کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔ ان سب نے احوال دریافت کئے شافی جوابات پاکر یہ لوگ یہیں مقیم ہو گئے یہ چشمہ زمزم کے نام سے موسوم ہے جو ہر سال لاکھوں عشاق کو سیراب کرتا ہے اور اسی طرح اُس کا فیض برابر جاری رہے گا اس کا پانی دنیا کے تمام پانیوں سے زیادہ صاف شفاف پُرتاثیر زود ہضم ہے احادیث شریفہ میں اس کے فضائل بکثرت وارد ہیں۔

## کعبہ اور اس کا طواف

کعبۃ اللہ اُس کوٹھری کا نام ہے جسے حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اور آپ کے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل ذبیح علیہما السّلام نے عبادتِ الٰہی کے لئے تعمیر کیا یہ دونوں پتّھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور تعمیر کرتے جس مقام پر عمارت کا سامان رکھ کر قدرے آرام کے لئے بیٹھے اُس کا نام مقام ابراہیم ہے جو اس وقت تک ایک حجرہ کی شکل میں موجود ہے جس کے بارہ میں قرآن پاک نے فرمایا:

"مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا"

کعبہ کی دیوار میں (حضرت ابو البشر سیّدنا آدم علیہ السّلام کے ہمراہ جنّت کا ایک پتّھر بھی آیا تھا) جسے حجر اسود کہتے ہیں نصب ہے یہی وہ پتّھر ہے جس کے نصب کرنے پر حضرت ختم رسالت اروا حنا الفدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوائل عمر شریف میں قبائل عرب کے مابین جنگ عظیم شروع ہو جانے والی تھی مگر

حضور انور نے اپنے حسن تدبر سے اس جنگ کو ٹھنڈا کر دیا آپ نے فرمایا ایک چادر میں حجر اسود کو رکھا جائے قبائل کا ایک ایک نمایندہ چادر کا کونہ پکڑے اور میں حجر اسود کو نصب کر دوں۔"

جنگ کے تمام بادل چھٹ گئے کشت و خون بند ہو گیا۔ اس ایک چھوٹے سے واقعہ نے اہلِ قریش کے قلب میں آپ کی عظمت کو بڑھا دیا۔

اس واقعہ میں دنیا کو یہ بھی بتایا گیا بڈھے دادا نے کعبہ کی بنا رکھی' پوتا دستِ مبارک سے حجر اسود کو نصب کر کے تعمیر کعبہ میں حصہ لے رہا ہے اب جن ہاتھوں سے حجر اسود نصب ہوا ہے وہ کعبہ اور حجر اسود کے مراتب کو بڑھا دیں گے انھیں ہاتھوں سے عالم انسانیت کا نظام قائم کیا جائے گا انھیں کے چشم و ابرو کی حرکتوں پر کعبہ سارے جہاں کا قبلہ قرار پائے گا۔

چونکہ حضور انور علیہ التحیتہ والثنا نے اس پتھر کو بوسہ دیا اسی لئے عام طور پر لوگ اُسے بوسہ دیتے ہیں ورنہ حقیقتاً وہ پتھر ہی ہے جس میں نہ نفع کی طاقت ہے نہ ضرر کی۔

ایک بار حضرت امیرالمؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بوسہ نہ دیتا۔"

کعبہ کے اردگرد وہ گول حصہ جس میں حجاج طواف کرتے ہیں مطاف کہلاتا ہے سات چکروں کو طواف کہتے ہیں۔ ہر چکر کی جداگانہ دعائیں ہیں کسی ایک دعا میں بیت اللہ کو مقصود اصلی سمجھ کر اُس سے استعانت نہیں کی جاتی بلکہ حجاج ربِ بیت سے ہی طلب کرتے ہیں۔

**طواف کا منظر** | شاہ و گدا آقا و غلام مصروفِ طواف ہیں لیکن کوئی

امتیاز نہیں کرسکتا کہ بادشاہ کون ہے اور فقیر کون، اس وقت سب ہی ایک در کے فقیر ہیں کسی امیر و سلطان کو اس کا حق نہیں کہ خود کو ممتاز کرنے کی غرض سے مطاف خالی کرادے اور دوسروں کو اتنی دیر طواف سے محروم کر دے۔

## سعی صفا و مروہ

صفا و مروہ کا مختصر ذکر اوپر ہو چکا ہے صفا و مروہ میں سعی حضرت بی بی ہاجرہ کی تقلید میں کی جاتی ہے۔ حضرت بی بی ہاجرہ کی سعی کو خدا نے اس درجہ مقبول فرمایا کہ وہی سعی دنیا کے حاجیوں پر ضروری قرار دی گئی۔

سعی اور طواف میں بعض وقت قدرے زور کے ساتھ ایک خاص انداز میں کندھے اٹھا کر چلنے کا حکم ہے اس میں اشارہ ہے کہ ایک عاشق محبوب کی طلب میں بعض وقت تیزی سے بھاگتا ہے جہاں دیدار ہونے لگا آہستہ آہستہ قدم ڈالنا شروع کرتا ہے۔ بسا اوقات فوجیں کامیابی و کامرانی کے بعد تیز رفتاری سے چلتی ہیں پھر وہی میانہ روی اختیار کرتی ہیں۔ نہ کسی کو دکھاوا ہے نہ نمود و نمائش بلکہ ایک عاشقانہ انداز ہے۔

## منٰے عرفات مزدلفہ کا قیام اور اس کے اسباب

حجاج مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہلی بار منٰے میں مختصر قیام کرتے ہیں۔ وہاں سے عرفات جا کر مصروف عبادت ہوتے ہیں عرفات ایک چٹیل میدان حشر کے مشابہ ہے، جہاں سایہ کا نام و نشان نہیں گرمی کی شدت لو کے جھونکے آفتاب کی تمازت، جمع ہونے والوں میں افراتفری ایسی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں اگر کوئی شخص بچھڑ گیا تو پھر ملنا دشوار۔ غنیمت ہے کہ یہاں جگہ جگہ مطوفین کے خیمے نصب ہوتے ہیں۔ ہر ایک کا نام نمایاں طور پر لکھا ہوتا ہے جسے دیکھ کر بھٹک جانے والے اپنا مقام پہچان لیتے ہیں۔

اگر اہلِ طریقت یہ کہیں تو کیا بیجا ہے کہ میدانِ حشر میں حضراتِ انبیاءؑ

صحابہ، اہلبیت تابعین اولیا اللہ اپنے اپنے علم لیئے ہوں گے تاکہ لوگ بھٹک نہ جائیں جس طرح میدانِ عرفات میں مطوفین جمع ہونے والوں کو آدابِ عبادت سکھاتے ہیں ضروریات و مہمات کے وقت مدد کرتے ہیں اسی طرح حضراتِ اولیا اللہ اپنے مریدین کی دستگیری فرمائیں گے۔

غرض عرفات کا قیام ایک شدید امتحان ہے جو فضلِ خداوندی سے ختم ہوتا ہے۔ دن بھر حاضر رہنے والے خدا کے سامنے توبہ و استغفار کرتے ہیں اور میدانِ حشر کا تصوّر کرکے کانپتے ہیں۔

## پہاڑی کا خطبہ

اس پہاڑی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مسلمانوں کو درسِ عظیم دیا اور اس خطبہ کی غرض یہ تھی کہ دنیائے اسلامی کے مسلمانوں کو مستقبل میں مہمات دینی و قومی سے آگاہ کرتے ہوئے ہر سال یادگاری نصیحتیں کی جائیں۔ اس خطبہ میں مسلمانوں کا امیر و خلیفہ دعوتِ جہاد دے اخوت و محبت باہمی اعانت پر تیار کرے اور ایسے پیغامات دے جو عالمِ اسلامی کے لئے شاہراہِ عمل کا کام دیں۔

## مزدلفہ میں قیام

مزدلفہ کی مسجد مشعر حرام میں جس کا تذکرہ قرآنِ پاک میں بھی آیا ہے۔ یہاں حاضر ہوکر مغرب و عشاء ایک ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

رات بھر مشعر حرام میں عبادت کرتے ہیں یہیں سے چنے کی برابر کنکریاں چن کر ساتھ لیتے ہیں تاکہ اگلے دن منٰے میں (ان مقامات پر جہاں شیاطین نے حضرت ابراہیم خلیل کے ساتھ مکر و فریب کرنا چاہا اور آپ نے کنکریوں سے انھیں بھگایا) مارتے ہیں صبح سویرے مزدلفہ سے بعجلت روانہ ہوتے ہیں۔ منٰے جاتے ہوئے وہ وادی بھی آتی ہے، جہاں شیاطین اپنے گروہ لیئے ہوئے جمع تھے حجاج منیٰ پہنچ کر رجماً للشیطان کہتے ہوئے شیاطین کو کنکریاں مارتے ہیں دسویں ذی الحج کو ارکانِ حج ختم ہوتے ہیں اور یہیں قربانیاں ادا کی جاتی ہیں۔

## قربانی

اسلام سے قبل دوسری قوموں میں بھی قربانی کا رواج تھا۔ بتوں کے ناموں پر جانور قربان کرتے تھے۔ اسلام نے مشرکانہ صورت تبدیل کر کے ایسے اندازِ توحید و عشق پر قربانی کی بنیاد قائم کی جو دنیا کے لئے ایک فلسفۂ محبت بن گئی اور عالم انسانیت کو فداکاری و ایثار کا ایک عظیم الشان واقعہ یاد دلاتی ہے۔

## واقعہ قربانی

غور کرو ایک شفیق باپ جس نے اپنے فرزند کو پیار و محبت سے پرورش کیا جو اُس کی آغوش کی زینت بنا جس کے اندر محترم و معظم باپ کی تمام ادائیں موجود جس کا چہرہ حسن و انوار کا مرقع جس کی بات بات میں معصومیت ٹپکتی ایسے مظہر نور کے لئے اُس کے والد حضرت سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں بتایا گیا اگر ہمیں عزیز رکھتے ہو دعوائے محبت کرتے ہو تو فرزند کو ہماری راہ میں قربان کرو۔

آپ رویائے شریفہ کو دیکھ کر جیسے ہی بیدار ہوئے عزم و ہمت صبر و استقلال کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے چھری تیز کی صاحبزادہ کی طرف تشریف لا کر فرمایا:

"اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ"

اِدھر باپ جذبۂ عاشقی سے سرشار اودھر بیٹا قربان ہونے کے لئے آمادہ باپ کا ارشاد سنتے ہی گردن جھکائی۔ جوشِ محبت و فداکاری میں عرض کیا:

"یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ"

حضرت خلیلؑ آستینیں چڑھا کر، سینہ پر سوار ہو کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَر کہتے ہوئے لختِ جگر کے گلے پر چھری چلانے لگے۔ والد بزرگوار مصروف ذبح ہیں فرزند گرامی قدر تکبیر عاشقان پڑھ رہا ہے باپ ذبح کرنے پر آمادہ بیٹا ذبح ہونے میں مستعدی دکھا رہا ہے یکا یک حضرت جبرئیل امین ایک دنبہ لے کر

حاضر ہوئے اور فرمایا اسے بجائے اسمٰعیل کے ذبح فرمائیں قربانی قبول ہوگئی آپ نے تعمیل ارشاد میں اُسے ذبح کیا اُس وقت سے یہ سنّت ابراھیمی یادگار بن گئی دنیا کو سبق دے گئی کہ رضائے الٰہی کی خاطر جان مال سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ رہنا چاہیئے۔ اسلام نے اس سنّتِ شریفہ کو باقی رکھا تمام دنیا کے مسلمانوں پر قربانی لازم قرار دی گئی۔

## قربانی کا اقتصادی پہلو

قربانی جہاں عزم وہمت فداکاری کا سبق دیتی ہے وہیں اُس کا اقتصادی پہلو بھی ہے قربانی اور ذبیحہ کے جانوروں کا گوشت کھالیں ہڈیاں آنتیں خون وغیرہ ایسی مفید اشیاء ہیں جن سے انسان کی اکثر وبیشتر ضروریات وابستہ ہیں لاکھوں کروڑوں روپیہ کا کاروبار چلتا ہے۔

اگر بھارت کی طرح قربانی وذبیحہ بند کردیا گیا تو جہاں مسلمان ایک طرف اپنے مذہبی شعار سے محروم ہوجائیں گے وہیں اُن کی تجارت جو چرم و ہڈی وغیرہ سے وابستہ ہے ختم ہوجائے گی صنعتی ضروریات علیحدہ بند ہوں گی یہ کس طرح ممکن ہے کہ سب لوگ جوتیاں پہننا چھوڑ دیں اور ضروریات زندگی کے لیے چمڑہ کا استعمال ترک کردیں۔ ملک میں مویشیوں کی بہتات سے جہاں مکھن دودھ دہی میں اضافہ ہوگا وہیں اس کا بھی خطرہ ہے کہ یہ غول بیابانی بازاروں گلیوں میں معرکہ کارزار گرم نہ کردے اور کہیں اپنے سینگوں سے بساط سیاست نہ اُلٹ دے۔

مسلمان جانوروں کی قربانیاں خدا کے نام پر کرتے ہیں جانور کے گوشت کو جزو بدن بنا لیتے ہیں اور جانور کے گوشت کو اس مقام پر پہنچاتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم کا عضو بن جاتا ہے۔

## قربانی اور غریب

اسلام چونکہ غریبوں کی ہر موقع پر پشت پناہی کرتا ہے اس لیے اُس نے عیدِ قربان کے موقع پر لازم کیا کہ

ہر صاحبِ نصاب قربانی کا گوشت اور کھالیں غریبوں کو دے تاکہ اُن کی ضروریات میں امداد پہنچے۔

## حج کی بین الاقوامی حیثیت منٰی میں قیام کے اسباب

جیساکہ سابقہ اوراق میں حج کی بین الاقوامی حیثیت پر مختصراً بحث کی گئی۔ یہاں عنوان کی اہمیت کے زیرِ نظر تشریحات پیش کرنا ضروری ہیں اور ایک مختصر خاکہ بھی پیش خدمت ہے:

۱۔ ارکان حج ادا کرنے کے بعد منٰی میں کئی دن کے قیام کی غرض یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم اسلامی مذہبی سیاسی مسائل پر تبادلۂ خیالات کر کے ایک متفقہ لائحۂ عمل تیار کریں۔

۲۔ توحید و رسالت احکام اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا عہد و میثاق کیا جائے۔

۳۔ جہاد کے لئے ایک مشترکہ پروگرام بنایا جائے۔

۴۔ طے کیا جائے کہ اگر کسی ملک پر کفار یورش کریں تو تمام ممالک اسلامی اس کی مدد کریں گے۔

۵۔ ایک مستقبل سیاسی و مذہبی پروگرام ترتیب دیا جائے جس کے ماتحت ممالک اسلامی مشترک طور پر اقدامات کریں۔

۶۔ غیر مسلم ممالک کیساتھ تعلقات کیلئے ایک واضح خاکہ کی ترتیب عمل میں لائی جائے

۷۔ اقتصادی و تجارتی کاروبار کے مسودات پر ایک مشترکہ لائحۂ عمل تیار کیا جائے کہ غیر مسلم صناعوں، کمپنیوں کو ایسی شرائط پر ٹھیکے دیئے جائیں جن سے مفادات سلطنت اسلامی پر بُرا اثر نہ ہو اور اقوام غیر ہمارے ممالک میں دخیل نہ ہو جائیں۔

۸۔ اسی طرح سیاسی معاہدات اس نوع کے ہوں جن سے ممالک اسلامی کے سیاسی و مذہبی تجارتی موقف کو نقصان نہ پہنچے۔

۹۔ کسی حالت میں اسلامی اصول کو پامال نہ ہونے دیا جائے اسلامی روایات و

خصوصیات باقی رہیں۔

۱۰۔ ہر ملک اپنی حدود میں مذہبی معاشرت اختیار کرے باشندگان ملک کو اسلامی معاشرت کا پابند بنائے محرماتِ شرعی کا کلیتاً استیصال کرے

۱۱۔ اگر آپس میں غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں تو یہ اختلافات حج کی بین الاقوامی کانفرنس میں باہمی تبادلۂ خیالات سے طے کئے جائیں کسی بھی حالت میں اپنے معاملات کو اغیار و اجانب کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

۱۲۔ اس کانفرنس کی منیٰ میں تشکیل ہو۔

۱۳۔ ہر سال ایک ایک ملک کو موقع دیا جائے گا کہ وہ صدارتی فرائض انجام دے اسی طرح دوسرے عہدوں میں دہی دستور قائم رکھا جائے۔

۱۴۔ صدر و ناظم سال بھر کے پروگرام مرتب کر کے ممالک اسلامیہ میں کام کریں گے۔

میں نے کئی سال کی حاضری میں اس قسم کے خاکے مرتب کئے مصر و شام و حجاز اور دیگر ممالک کے زعماء سے ان پر مشورہ کیا۔ خصوصاً حضرت الاستاذ حسن بنا مصری کو ان مسائل سے بیحد شغف تھا وہ جب تک زندہ رہے ہر سال ان موضوعات کو زیر نظر رکھکر منیٰ مکۂ معظمہ مدینہ طیّبہ میں اجتماعات کرتے رہے۔ افسوس کہ شہید مرحوم کے ساتھ یہ تحریک بھی شہید ہو گئی۔

مکۂ معظمہ میں منجانب حکومت ایک شاہی دعوت ضرور ہوتی ہے جس میں دنیائے اسلامی کے منتخب افراد مدعو کئے جاتے ہیں۔ ضیافت کے تکلّفات سب ہی ہوتے ہیں۔ قدیم اخلاق کے اچھّے نمونے ضرور سامنے آتے ہیں لیکن اتنے بڑے اجتماع میں سوا چند مختصر تقریروں کے سارا وقت شعر شاعری میں گذار دیا جاتا ہے۔ ایسی کسی ایک تجویز یا لائحۂ عمل پر مبادلۂ خیالات نہیں ہوتا جس سے مسلمانانِ عالم کے حالات درست ہوں۔

آخر میں ایک مختصر تقریر سلطان نجد و حجاز فرماتے ہیں جو قبولیت حج کی دعا پر چند منٹ میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس عظیم الشان اجتماع سے جو حقیقی نتائج برآمد ہونے چاہئیں وہ قطعاً فوت ہو جاتے ہیں۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کی کامیابی کا بڑی حد تک انحصار حکومت حجاز کی اُستواری پر ہے اگر وہ متفق ہو کر مواقع پیدا کرے تو یہ تحریک عالم اسلامی میں بہترین نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ ممالکِ اسلامی ہر سال ایسے اجتماعات کا انعقاد چاہتے ہیں مگر حکومتِ حجاز عالمگیر اجتماع حج سے عالمگیر پروگرام نہیں بناتی اور نہ دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔

**عالم اسلامی کا انتشار**

بد قسمتی سے ممالک اسلامیہ کا اپنا کوئی مشترکہ نظریۂ حیات نہیں اسی لئے وہ مغرب کا شکار ہیں۔ باہمی تباغض و تنافر کی وجہ سے شیرازہ منتشر ہے۔ اغیار فائدہ اُٹھا کر ایک کو دوسرے کے خلاف لڑانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ عالمِ اسلامی اپنے سرمایۂ حیات کو مغرب کی نذر کر رہا ہے جسے دیکھو وہ مجلسِ اقوام کی قیادت قبول کر رہا ہے۔

افسوس جس ملّت نے دنیا کی قیادت کی وہ آج اپنے انشقاق و افتراق کی بدولت غیروں کے دامن میں پناہ لے کر اپنا مستقبل تاریک کر رہی ہے، مغربی لعنتیں اختیار کر رہی ہے۔

وطنیت کی بلائے عظیم ہر طرف عام ہے جسے دیکھو وہ وطنیت کے جذبہ سے سرشار ہے عصبیت باہمی رقابت ترقی کر رہی ہے۔ ان تمام تحریکات میں کفر اپنا کام کر رہا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمانانِ عالم دوسری اقوام اور ممالک غیر سے تجارتی یا سیاسی تعلقات قائم نہ کریں یا مصنوعات و ایجادات سے فائدہ نہ اُٹھائیں۔ بیشک عصرِ حاضرہ کی ضروریات کے لحاظ سے تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں لیکن یہ کہاں کی دور اندیشی ہے کہ ہم کفّار کو اپنی سیاسیات میں اسقدر

دخیل کریں کہ ہمارا سیاسی و مذہبی موقف خراب ہو جائے اور مسلمان دنیائے مغرب کے اشارات پر متحرک ہوں وہ جہاں چاہیں ممالک اسلامی کو استعمال کریں۔ اغراض اُن کی ہوں اور خون بہیں مسلمانانِ عالم کے۔

شاطرانِ یورپ کے ہاتھوں میں ہماری سیاست تجارت و صنعت ہے ہمارے بازاروں میں مصنوعات غیر ملکی پھیلی ہوئی ہیں۔ دوسروں کی ایجادات و اختراعات سے ہمارے ممالک نے ابھی تک اتنا بھی فائدہ نہ اُٹھایا کہ وہ اپنی اپنی جگہ یورپ کی اختراعات و ایجادات اپنے یہاں قائم کرتے۔

یورپ کے لوگ کہیں تجارت کے بہانے کہیں ٹھیکوں کے ذریعہ ہمارے ممالک میں داخل ہو کر اپنے پیر جما لیتے ہیں۔ وہ عالم اسلامی کو کسی ایک مشترک اور متحد نقطۂ نظر پر نہیں پہنچنے دیتے۔ نہ کسی عالمگیر تحریک کو کامیاب ہونے دیتے ہیں۔

فلسطین کے مسئلہ نے ایک عالمگیر صورت اختیار کی تھی مگر اُسے بھی صیہونیت یہودیت کی نذر کر دیا گیا۔ یہ ہے اس دور کی مسلم کش سیاست کا سبق آموز حربہ جس سے ہماری آنکھیں کھلنا چاہیئے تھیں اگرچہ کفار کا یہ طرزِ عمل نیا نہیں بلکہ وہ آغازِ اسلام سے لے کر اب تک یہی طور و طریقے اختیار کرتے رہے۔

مبارک تھے وہ جنھوں نے اپنے عزمِ راسخ، عمل پیہم سے کفر کے تمام نقشوں کو خاک میں ملایا۔ دنیا پر مسلمانوں کی سیاست چھائی وہ جہاں بھی گئے اپنے اسلامی تمدن و معاشرت کو ساتھ لے گئے۔ اغیار ہمارے تمدّن پر عمل کرنا فخر سمجھتے تھے۔ آج نہ ہمارا کوئی اسلامی تمدّن باقی ہے اور نہ اس کی کوشش ہے کہ ہم اپنی روایات و معاشرت کو دنیا میں پھیلائیں بلکہ ہم اپنی تمام تہذیبی و معاشرتی صورتوں کو دوسروں پر قربان کرتے جا رہے ہیں۔ یاد رکھو جو قوم اپنی روایات و اصول کو چھوڑ دیتی ہے، وہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتی ہے۔

حج ہمیں ہر سال سبق دیتا ہے کہ ہم اپنے حالات تبدیل کریں اپنا ایک موقف قائم کریں۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو زندہ کریں ہمارے پاس ایک مکمل ضابطۂ حیات موجود ہے اُسے دنیا میں پھیلائیں۔ ہم میں کا ہر چھوٹا بڑا اُس جامع قانون پر عمل پیرا ہو۔

**واپسی خانہ کعبہ**

مسلمانانِ عالم فریضۂ حج کی ادائیگی طوافِ وداع کے بعد اپنے اپنے ملکوں کی جانب واپسی کا سامان کرتے ہیں جدائی کا وقت عجیب رقت انگیز ہوتا ہے جسے دیکھئے اُس پر فراق کے آثار نمایاں ہیں۔

کوئی بیت اللہ کے دروازہ پر رو رہا ہے تو کوئی مقام ابراہیم میں فریاد و زاری کر رہا ہے۔ کوئی میزابِ رحمت کے نیچے غلاف کعبہ سر پر ڈالے ہوئے معروضات پیش کر رہا ہے۔ کوئی حجر اسود کو بار بار بوسے دے رہا ہے کوئی زمزم ڈگڈگا کر پی رہا ہے کہ خدا جانے اب دوبارہ اس کے پینے کا موقع آئے یا نہ آئے طواف کرنے والے طواف پر طواف کر رہے ہیں۔

اسی حالت میں حکم ملتا ہے جاؤ حج قبول ہوا۔ یہاں سے بارگاہِ رسالت نبوی میں حاضری دو۔ جو عہد و میثاق کئے اُن کی تجدید مدینہ جاکر کرو اُس کے دربار میں حاضری دو۔ جس نے کائناتِ عالم کا نقشہ بدل دیا وہ ہمارے تمہارے درمیان واسطہ و ذریعہ ہیں اُنھیں کی بدولت تمہارے آبا و اجداد دولت اسلام سے مالامال ہوئے تم ہمارے رضوان و رحمت کے صرف اسی حالت میں مستحق ہوسکتے ہو جبکہ سیدُ الانبیا کی اطاعت اور اُسکی حیات و سیرت پر عمل کرو۔

یہ راز و نیاز ہو رہے تھے کہ کسی نے پکارا ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اب ہر شخص مدینہ منورہ کی جانب چلا جا رہا ہے اگرچہ اُن میں ایسے

بھی ہیں جو حج سے قبل حاضری دے چکے ہیں لیکن اکثریت کا جذبہ یہ ہے ے

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

جہاز کا طویل سفر معلوم بھی نہ ہوا لیکن دیار محبوب رب العٰلمین کے پونے دوسو میل کی مسافت لذّتِ وصال کے شوق و ارمان کے باعث کسی طرح ختم نہیں ہوتی ہر شخص چاہتا ہے جلد از جلد حاضر دربار معلّٰی ہو جائے گرتے پڑتے ٹھہرتے ٹھہراتے آستانہ اقدس سامنے آیا بیتاب دل بے چین نگاہیں مچل مچل کر آقائے کونین کے حضور اپنی تمنائیں پوری کررہی ہیں ہر طرف انوار رحمت برس رہے ہیں۔

ماں کی آغوش میں وہ آرام وراحت نصیب نہ تھی جو بارگاہ رسالت میں میسّر ہے۔ نہ کوئی غم ہے، نہ فکر شاہ وگدا در اقدس کے غلام بنے ہوئے کھڑے ہیں اچھے برے سب ہی حاضر ہیں مگر حضور کی رحمت سب کو گلے لگا رہی ہے۔

## مدینہ طیبہ کا قیام آثار شریفہ سے عبرت و نصیحت

مدینہ منوّرہ کے قیام میں ہر قسم کی دولتیں مل رہی ہیں روحانی تصرفات ہو رہے ہیں۔ قلب ودماغ کی اصلاح، نفوس کا تزکیہ، ایمانوں کی جِلا غرض دین ودنیا کی ہر نعمت ودولت حضور پاک تقسیم فرما رہے ہیں۔ جس طرح عالم ظاہر میں باذنِ الٰہی عالم کے ایک ایک ذرّہ پر آپ کو تسلّط و اقتدار حاصل تھا۔ آپ جسے جو چاہتے عطا فرماتے اِس وقت بھی حیاۃ النّبی ہو کر جس کو چاہیں عطا فرما رہے ہیں۔

خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جنھیں انوار رسالت دیکھنے کی طاقت ہے خوش نصیب ہیں وہ خالی دامن جن میں سرکار ابد قرار کی عطا کردہ

نعمتیں جمع ہو رہی ہیں۔ یہاں کے قیام میں عالم اسلامی کے افراد شبانہ روز پانچ بار اپنے اُس عہد و میثاق کی تجدید کریں جو حرم کعبہ میں کیا گیا تھا۔

بقیع شریف میں حاضر ہو کر زمانہ کی بے ثباتی کا درس لیں۔

آسمانِ اسلام کے اُن ستاروں کو جن کی روشنی تمام عالم میں پھیلی۔ حضرات اہل بیت کے وہ محترم افراد جن کے در کی خاک آج بھی ہر آنکھ کے لئے سرمۂ نور و بصیرت ہے۔ اُن کے مزارات شریفہ پر حاضر ہو کر سلام نیاز پیش کریں اُن کی انقلاب انگیز زندگی اطاعتِ نبوی کے ایک ایک پہلو کو یاد کریں۔

یہاں سے قبا نکل جائیں اور اسلام کے عہد اوّل کی یادگار مسجد میں حاضر ہو کر لطفِ عبادت حاصل کریں مسئلہ ہجرت، انصار و مہاجرین کی اخوت، ابوایوب انصاریؓ جیسے خوش نصیب صحابی کے مبارک مکان حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فقر و محنت کے واقعات یاد کریں اپنی اُن بیبیوں کے لئے جن کی ہر ادا کافرانہ جن کے طور و طریق اسلام سے بعید اُن کی اصلاح و درستی کے لئے یہاں بہت کچھ درس عبرت ملے گا یہیں وہ چکی رکھی تھی جسے دست زہراؓ نے چلایا اور جو آج مقفل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہے۔

"تاریخ اسلام کے اولین اوراق کا مطالعہ کرتے ہوئے شہدائے احد کی بارگاہوں میں حاضری دیں۔ اگرچہ آج ان سب کی قبور شریفہ کو منہدم کر کے اُنکی ظاہری شوکت کو مٹا دیا گیا مگر شہدا کا یہ قطعہ مبارکہ اُن کی عظمت و توقیر کی گواہی دے رہا ہے اُن کے مزارات پر حاضر ہو کر سبق حاصل کریں کہ اِن حضرات نے اسلام کی خاطر کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں۔ حاصل کرنے والے اُن سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں مانا کہ نشانات مزارات مٹا دیے گئے مگر وہ آج بھی درجات شہادت پاکر زندہ ہیں دیکھنے والی نگاہیں اُن کی زیارت کریں اور سننے والے کان اُن کے

ارشادات سنتے ہیں ان سب کا یہی پیام ہوتا ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی ترقی کا انحصار اطاعت نبوی پر ہے۔ اے حاضری دینے والو ہم بھی تمہاری طرح انسان تھے ہم نے عمل پیہم یقینِ مستحکم اطاعت نبوی سے دنیا کو زیر و زبر کر دیا تم بھی اگر حقیقی ترقی چاہتے ہو تو اُس کا واحد طریقہ کتاب و سنت کی پیروی ہے۔

اِن سب حضرات کے آستانوں، مسجدِ قبلتین پر حاضر ہو کر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے بارگاہِ صدیقی رض و فاروقی رض سے فیوض و برکات حاصل کیے یہ وہ مقدس رفقا تھے جنھوں نے اپنے آقا کا زندگی میں ساتھ نہ چھوڑا اور یہی ارمان کیا کہ بعد انتقال حضرت سے قرب رہے خدا کے فضل اور مولا کی رحمت سے بالآخر اس عزّت سے سرفراز ہوئے اور اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَہ عزت و شرف پاتے رہیں گے یہاں بھی وہی درس ملے گا کہ اگر تم عزّت و کامرانی چاہتے ہو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اطاعت کرو۔

## ارشادات عالیات

دربار رسالت میں مانگنے والوں کی ہر وقت بھیڑ لگی رہتی ہے جس نے جو طلب کیا اُسے ملا۔

حضار آستانہ جب اپنے خالی دامن بھر چکے حضور پاک نے عالم ارواح میں فرمایا:۔

"حاضرین! تم جانتے ہو میں نے دنیائے انسانیت پر کیا کیا احسانات کئے کفر و شرک سے نکال کر توحید کا سبق پڑھایا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تمہیں بھائی بھائی بنایا تم بد اخلاق تھے تمہارے کردار و عمل کو درست کیا۔ تم خدا ناشناس تھے خدا کا عبادت گذار بنایا"۔

دنیا کے پاس کوئی مکمل ضابطۂ حیات نہ تھا میرے ساتھ ایک جامع صحیفہ آیا جس میں ہر دور ہر زمانہ، ہر قوم و ملت کیلئے جوابات موجود ہیں۔ میری زندگی میرے ارشادات قرآن کی تفسیر ہیں بلاشبہ میرا آستانہ تم سب کا مرجع ہے ہر شخص میری رحمت سے

حصّہ پائے گا، تم گنہگار سہی مگر میرے نام لیوا ہو تم مجھ سے
دور ہو چکے ہو مگر میری رحمت تمہیں اپنی طرف بلائے گی۔"
مگر سنو!

بارگاہِ احدیت کی طرف سے تمہیں میرے پاس اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تم اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لو جو عہد ربِّ کعبہ کے حضور کیا اُسے تازہ کرو میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔

تم آج دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ہو لیکن تمہاری نہ کوئی وقعت ہے نہ وقار، تمہارا اپنا کوئی مستقل نظریۂ حیات نہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ مسلمانوں کا نظریہ قرآن و حدیث تھا اُن کی زندگی قرآن کا نمونہ تھی مگر اب تمہیں ہو کہ کتاب مجید سے تمہیں نفرت ہے۔ تمہاری عبادت دنیا میں ضرب المثل تھی تم تلواروں کے سایہ میں، تیروں کی بارش میں خنجروں کے نیچے سجدۂ عبادت ترک نہ کرتے مگر اب تمہارے اندر ایسے بکثرت ہیں جو عبادت کے تارک ہی نہیں بلکہ عبادت کا مذاق اُڑاتے ہیں جب وہ خدا کی یاد سے متنفر اور بعید ہیں تو خدا کو ایسے ناکارہ افراد کی کیا حاجت ؟ تم ہی تھے کہ میرے متبعین کے ہاتھوں جام توحید پیا کرتے تمہارے وہ ہونٹ جو کبھی بدر و احد کربلا میں مدنی جام پیتے آج اُمّ الخبائث شراب کی بوتلیں پیتے ہو اور اُس کی ترویج میں منہمک ہو۔ میں نے اِس لعنت کو دنیا سے مٹایا شرابیوں اور شراب بیچنے والوں کو سخت سے سخت سزائیں دیں مگر آج تمہارے یہاں آزادانہ طور پر یہ شیطانی نجاستیں پھیل رہی ہیں۔

وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا کے معلّم اور دنیا تمہاری شاگرد تھی آج تم اپنے گھر کی دولت چھوڑ کر دوسروں سے وہ سبق لینے جا رہے ہو جو تمہیں برباد کر دے گا تمہارے پاس قرآن مجید جیسی جامع کتاب موجود مگر تم دنیائے کفر سے بھیک مانگ رہے ہو، تمہارا سر ایک خدا کے سامنے جھکتا تھا آج تمہاری

گردنیں کفر و شرک کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ کبھی تم دنیائے کفر و شرک کے ہادی تھے آج کفر و شرک تمہارا قائد ہے۔

تمہارا سب سے بڑا طرۂ امتیاز اسلام تھا مگر آج تم دین سے برگشتہ ہو رہے ہو تم اگر کوئی نیک کام کرتے ہو تو دوسروں کے دکھانے کے لئے۔ تمہاری عبادتیں اس لئے ہیں کہ لوگ تمہیں عابد کہیں۔ حج اس لئے کرتے ہو کہ لوگ حاجی کہیں۔ نہ تمہارے اخلاق صحیح نہ اعمال، میں نے اور میرے متبعین نے ہمہ قسم کی مصیبتیں اُٹھا کر لاکھوں میل کا وسیع علاقہ، عظیم الشان حکومتیں تمہارے حوالہ کیں مگر تم نے عیش پرستیوں آپس کے جدال و قتال میں مبتلا ہو کر انھیں کفار کے قبضہ میں دے دیا۔

قرآن و حدیث پر تمہارا عمل تھا اور انھیں کو تم دنیا میں پھیلاتے اسی پر عمل کراتے مگر آج تمہارا عالم یہ ہے کہ تم اپنی ذاتی اغراض حصول جاہ و عزّت کی خاطر مذہب کا نام لیتے ہو۔ اپنی حکومتوں کو اسلامی حکومتوں سے تعبیر کرتے ہو۔ مگر جب قوانین بناتے ہو تو ایسے جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں اور جو کتاب و سنّت کے قطعاً منافی ہوں تم حاملین دین کو اپنی ضرورتوں کے وقت مجبور کرتے ہو کہ وہ تمہاری اعانت کریں تمہاری سیاست کو مذہب کا جامہ پہنا کر پیش کریں عوام میں کامیاب بنائیں، لیکن اعزازات و عہدہ جات پالینے کے بعد تم حق گو علما کو ذلیل اور اُن کی طاقتوں کو پامال کرتے ہو یا انھیں مجبور کرتے ہو کہ وہ تمہاری بے جا تائید کریں یاد رکھو جو دوسروں کو ذلیل کرتا ہے وہ خود بھی پامال ہوتا ہے عزّت و ذلّت خدا کے ہاتھ میں ہے۔

تم میں سے جو شخص قوم کا امیر و حاکم ہو وہ ملّت کا خدمت گزار ہے۔ قوم کو حق ہے کہ اُس سے آزادانہ طور پر جب چاہے اپنے حقوق کا مواخذہ و احتساب کرے جو شخص تمہاری غلطی ظاہر کرے، تمہیں نیک مشورے دے یا تنقید کرے وہ تمہارا دوست اور مخلص ہے۔

تمہارے دروازے دولت مندوں کے لئے کھلے ہیں، مگر تم نے ان غریبوں کے لئے اپنے دروازوں پر حاجب و دربان بٹھا رکھے ہیں جن کے لئے میری یہ دعا تھی:

"اے خدا مجھے غریبوں میں زندہ رکھنا غریبوں میں مارنا، اُنھیں کے ساتھ حشر کرنا۔"

میں سید المرسلین محبوب ربّ العلمین ہو کر غریبوں کی عیادت کو جاتا تمہارے امراء و سلاطین غرباء کے یہاں جانا کسرِ شان سمجھتے ہیں تم کفار و مشرکین سے ملنے کا وقت نکال سکتے ہو۔ جامِ شراب کے دَور چلانے بے غیرتی اور بے حیائی کے مظاہروں کا تمہارے پاس وقت ہے مگر غریبوں سے ملنے کی فرصت نہیں۔

میری قوم کے یہی غریب ہیں جن کی بدولت تمہیں اعزاز و مناصب حاصل ہوئے مگر تم وقت نکل جانے پر اُن کو ذلیل و رسوا کرتے ہو بے جا شبہات پر بغیر تحقیق حال کئے ہوئے لوگوں کو سزائیں دیتے ہو۔

تم مذہب اور سیاست کو اس لئے جدا کر رہے ہو کہ تمہاری بداعمالیوں پر پردہ پڑا رہے تم قوانین شرعیہ کا نفاذ اس لئے اور فقط اس لئے نہیں چاہتے کہ تمہارے اشغالِ شیطانی میں فرق آئے گا تم سے لوگ مواخذہ کریں گے۔

تم دوسروں کو سزائیں دیتے ہو اور یہ نہیں چاہتے کہ تمہیں بھی سزا دی جائے۔

تم دوسروں کو مخالف اور انتشار پیدا کرنے والا ٹھہرا کر مبتلائے مصائب کرتے ہو مگر تم خود سب سے زیادہ افتراق پیدا کرتے ہو تم اپنے جتھے بنانا چاہتے ہو مگر دوسروں کو موقع نہیں دیتے کہ وہ اپنی جُداگانہ تنظیم کریں تم میں نہ خدا پرستی ہے نہ وطن اور اہل وطن کی صحیح محبت تمہارا مقصود تمہارا نفس ہے یہ حالتیں تمہاری تباہیوں کا سامان کریں گی وقت ہے سنبھل جاؤ۔

میں نے عورتوں کو حیا و شرم حجاب و پردہ میں رہنے کا حکم دیا مگر آج تمہاری

عورتیں اس درجہ بے حیا ہیں کہ شیطان بھی اُن سے شرماتا ہے۔ تم میں نہ جذبۂ عبادت ہے نہ شوقِ جہاد تم لڑتے ہو تو غیروں کی خاطر یا اپنے جاہ و عزت کے لئے سب سے پہلے جہادِ نفس کرو، زہد و تقویٰ اختیار کرو پھر جہاد بالسیف اس نیت سے کرو کہ جن ممالک کو اپنے قبضہ میں لاؤ وہاں خدائی احکام و قوانین جاری کرو گے اگر تم کتاب و سنت کے قوانین کے بجائے کافرانہ قوانین جاری کرو گے تو خدائے قہار تمہاری بجائے جس کو چاہے گا تمہارے ملکوں پر قابض کر دے گا۔

تخت و تاج، حکومتیں عارضی ہیں آج ایک کے پاس ہیں تو کل دوسرے کے، تم میں سے ہر اک فرد اپنے اعمال کا جائزہ لے کر اصلاح نفس کرے، جو عبادت گذار نہ ہو وہ فریضۂ عبادت ادا کرنے کا عہد کرے۔

زانی زنا سے، شرابی شراب سے، چور چوری سے، سود خوار سود خوری سے، ظالم اپنے ظلم سے توبہ کرے۔

باہمی محبت کا عہد کرو۔ حقوق العباد ادا کرنا اپنا سب سے بڑا فریضہ سمجھو۔ کفر و شرک پر تکیہ کرنا چھوڑ دو۔

یقین کرو میں اس عالم میں بھی تمہاری حالتوں سے باخبر ہوں جب عمل خیر کرتے ہو تو اس سے خوش ہوتا ہوں۔ جب تمہاری بداعمالیاں سامنے آتی ہیں تو میرا قلب اذیت پاتا ہے۔

میری اطاعت و پیروی کو اپنا شعارِ زندگی بناؤ۔ رضائے الٰہی کا انحصار میرے اتباع پر ہے۔

تم اگر فوز و فلاح چاہتے ہو

تو اسلام اور دین کو خدا اور فقط خدا کے لئے اختیار کرو یہ نہ ہو کہ آپس کی رقابتوں اور اپنے بچاؤ کی خاطر یا اپنے مستقبل کی ترقیوں کے لئے قوم کو ایک طرف فوز و فلاح کی دعوت دو اور ساتھ ہی ساتھ اپنے عمل سے شبانہ روز

مذہب کا مذاق اُڑاؤ۔
اخلاص کے ساتھ کتاب وسنت پر عمل کرو۔
تمہاری تجارت اُس وقت تک خدا کے نزدیک محبوب نہیں جب تک اُس کے اندر دیانت داری نہ ہو۔
اکلِ حلال صدق مقال تمہاری زندگی کے اصول ہوں۔
جب کسی سے عہد کرو تو اُسے پورا کرو، مظلوموں زیردستوں کے ساتھ احسان کرو ہر حالت میں عدل کرو۔ جب تک کامل تحقیق نہ کرلو مظلوم کو صفائی کا موقع دو کسی کو سزا نہ دو۔
اپنے اندر عسکری و فوجی جذبہ پیدا کرو۔ تمہاری نمازیں۔ قربانیاں۔ حج۔ زندگی، موت خدا کے لئے ہو۔
اب تم مسجد نبوی میں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے خدا کے سامنے جھک جاؤ۔ بعد نماز طلبِ مغفرت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ آمین کہیں گے۔

## عشاق کا معروضہ

حضور والا!
آپ کے دربار عالیہ کی عزت و بلندی سے غلام واقف ہیں۔ یہاں کا ادب و احترام کرنا سب پر واجب ہے۔ ہمیں اس کی جرأت کہاں کہ معروضات کرسکیں مگر صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔
بیشک ہم گنہگار ہیں بدکردار ہیں رُوسیاہ ہیں مذہب سے بعید ہیں جیسے بھی ہیں آپ کے ہیں اقراری مجرم ہیں کعبہ سے اسی لئے حاضر ہوئے کہ معصیتوں کا اقبال و اظہار کر کے آپ کے حضور تائب و نادم ہوں اور حضور کو اپنا وسیلہ بنائیں۔
اے رحمت والے آقا!
ہمیں نہ دیکھ اپنے کرم و مہربانی کو دیکھ۔
"ہم اقرار و عہد کرتے ہیں کہ حضور کے ارشادات عالیات پر عمل کریں گے اگر سرکار لب ہلادیں، دعا فرمادیں تو ہمارا بیڑا پار ہے۔"

یہ کہہ ہی رہے تھے درِ رحمت کھلا ندا آئی مایوس نہ ہو ہماری رحمت تمہیں اپنے دامن میں لے کر دربارِ احدیت میں پیش کرنے کے لئے آمادہ ہے مگر دیکھو عہد کے بعد بے وفائی نہ کرنا اپنے اپنے ملکوں میں جاکر برکاتِ حج کو پھیلانا کتاب و سنّت پر عمل کرنا فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی ہم تمہاری اعانت کریں گے۔

## مدینہ منورہ سے مراجعت

آہ! وہ خطۂ مقدسہ جہاں ملائکہ سبوحین کے گروہ در گروہ ہر روز آسمانوں سے حاضر ہو کر نذرانۂ سلام پیش کرتے ہیں، جہاں حضرات انبیائے کرام کی ارواحِ طیبات تشریف لاتی ہیں، جن کے درِ اقدس پر سلاطین جہاں حضرات اولیاء اللہ سر کے بل حاضر ہو کر معروضات کرتے ہیں جن کے دربار قدس میں حاضری کیلئے حضرت حق نے آداب مقرر فرمائے جس کی ہر ساعت نرالی انسان صبح کا سہانا وقت یاد کرتا ہے تو دل بھر آتا ہے نکلنے والا سورج پہلے گنبد خضرائے مقدس پر نچھاور ہوتا ہے تو ماہتاب دربارِ شریفہ سے اکرام و برکات حاصل کرتا ہے۔ مدینہ کی کونسی گھڑی ہے جسے انسان فراموش کر سکتا ہے

ہائے مدینہ سے مراجعت کا وقت ایسے کرب و درد و اضطراب و پریشانی کا ہوتا ہے کہ بلا مبالغہ ماں باپ کے مرنے کا اتنا غم نہیں ہوتا جس قدر روضۂ پاک سے رخصت ہوتے وقت صدمات ہوتے ہیں۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار قلب مضطرب لبوں پر فغاں، ہر ایک اپنی آنکھوں اور گردن کو جہاں تک روضۂ مبارک نظر آتا رہتا ہے اُس وقت تک گنبد خضرائے مقدسہ کی جانب سے نہیں موڑتا اور رو رو کر یہی معروضہ کرتا ہے۔ ؎

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

سرکار ابد قرار روحی الفداء سے تعلق رکھنے والے اور مشاہدات کی عزت سے سرفراز ہونیوالے اچھی طرح واقف ہیں کہ آپ ہر ایک فدائی و عاشق کے آہ و کراہ کو سماعت فرما کر صبر و ضبط کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جہاں بھی رہوگے ہم تم سے قریب رہیں گے تمہاری حرکات و سکنات کا

مشاہدہ کرینگے اگر اعمال حسنہ کروگے۔ ہمیں مسرت ہوگی۔ اگر خدانخواستہ مکروہ و مذموم اعمال و اخلاق اختیار کئے۔ ہماری روح کو اذیت پہنچے گی۔ جس طرح ہمارے روضہ پر تمہاری نسبت قائم تھی اور تم سوچتے تھے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو ہماری رضا جوئی کے خلاف ہو۔ یہی جذبہ اپنے اپنے وطنوں میں رکھنا۔ عبادات کی مداومت و پابندی ذکر و شغل کی مجلسیں تبلیغ و ہدایت امر بالمعروف نہی عن المنکر کی دعوت تمہاری زندگی کا مستقل معمول رہے"۔

## علماء و مشائخ کو ہدایت

ہم نے اب تک عام طور پر خطاب کیا لیکن ہم اب اُن سے خطاب کرتے ہیں جو ہمارے مندوب و قائم مقام ہیں جو ایک طرف تو مساجد اللہ میں ہزاروں سینکڑوں بندگان خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور انھیں ہدایت کرتے ہیں اور جو قریے قریے شہر شہر جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسری طرف سجادوں اور خانقاہوں میں بیٹھنے والے مرشدین جن کے لاکھوں مریدین و معتقدین ہیں اُن میں بہت سے ایسے ہیں جنھیں لوگ اپنے وطنوں میں بھی دیکھتے ہیں اور وہ ہماری بیٹھی میں حاضر ہوتے ہیں اور ہم سے ہدایات لے کر اپنے اپنے حلقوں میں جا کر کام کرتے ہیں۔

لیکن ایک بڑا حصہ ایسا بھی ہے جس نے وعظ و نصیحت رشد و ہدایت پیری و مریدی کو صرف جلب منفعت کا ذریعہ بنا لیا ہے جب کبھی حق و باطل کا مقابلہ ہوتا ہے تو دنیا کمانے والے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہتے ہیں حالانکہ خدا کی طرف سے انسانوں کے معلّم و ہادی و نگران وہ ہیں جب قوم کے امیر و غریب حاکم و بادشاہ ٹھوکر کھائیں تو ان کا فریضہ ہے کہ اپنی تمام اخلاقی قوتوں کے ساتھ بھٹکنے والوں کو راہِ راست پر لائیں اور اپنا فریضۂ حیات پورا کریں۔

## عاملین کے فرائض

ہم نے حکومت کرنے والوں کو اپنے اعمال حیات سے درس دے کر بتا دیا کہ مسلمانوں کے عامل و حاکم کو کرسی سلطنت و عدالت پر بیٹھ کر اپنی تمام امکانی طاقت و قوت نہی عن المنکر

اور امر بالمعروف میں صرف کرنا چاہیئے اور اسلام قرآن مقدس اور ہمارے فرامین پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

ہر حاکم و عامل اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے اپنی غلطیوں میں پشیمان ہو کر بارگاہ احدیت میں تائب ہو کر اقداماتِ خیر پر عمل کرے اُن کا طرز عمل امیروں تاجداروں عاملوں کے ساتھ جیسا ہو اُس سے کہیں زیادہ بہتر غریبوں ناداروں پریشاں حالوں کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

## كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

"خدا کے دربار میں تم سب رعیّت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے"

پس امر بالمعروف کرنے والے عاملوں اور اے کتابیں پڑھانے والوں اور اے حلقہ جات ذکر کی محفلیں گرم کرنے والوں تمہارے اسلاف نے دنیا بھر میں پیادہ پا چل کر اسلام مقدس کی تبلیغ فرمائی مگر تم اپنے آبا و اجداد کے تبلیغی کاموں کو فراموش کر چکے ہو۔ اُٹھو بند سے بیدار ہو کر چپے چپے پر اسلام کو پھیلا کر ہماری دعائیں حاصل کرو۔

## ملازمین کے فرائض

تم میں کے جو ملازمین ہیں وہ اپنے آقاؤں کی رضامندی و خوشنودی تو اس قدر کرتے ہیں کہ کسی وقت کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو افسر کے احکام کے خلاف ہو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے دفتر میں ہماری نگرانی اور دیکھ بھال کرنے والے موجود ہیں دفاتر کے قوانین ضابطے میں اگر کوئی کام آئین کے خلاف کیا تو اُس کی سزا ملے گی لیکن اُن لوگوں کو یاد کرنا چاہیئے کہ خدائے قدوس کی طرف سے ہر انسان کے ساتھ نگہبان فرشتے معین ہیں جو اُس کی ایک ایک ادا و عمل کو قلمبند کرتے ہیں اور کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کے اعمال ہمارے حضور نہ پیش کئے جاتے ہوں۔

یاد رکھو ہم تو اپنی شانِ رحمت و کرم سے عفو و درگذر کرتے ہیں، لیکن خدائے پاک کے دربار میں ہر عمل کی جزا ملے گی۔

جس خوف وخشیت کا اثر حرمین الشریفین میں ہر حاجی وزائر پر رہتا ہے اس کا عشر عشیر اگر اپنے شہروں، مکانوں، بازاروں اور زندگی گذارنے والے مقامات پر بھی باقی رہے تو بہت سی بداعمالیوں کی اصلاح ہو جائے۔

## عام مسلمانوں سے خطاب

کیا مکّہ اور مدینہ سے لوٹنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ نمازیں ترک کرے، جھوٹ بولے، معاملات میں جھوٹ اور فریب سے کام لے، وعدہ خلافی کرے، حقوق العباد ادا نہ کرے۔ ایسے بہت سے ہیں جو دوسروں کے عیب تلاش کر کے بے نقاب کرتے ہیں مگر اپنی تاریک زندگی کی اصلاح کی جانب توجہ نہیں۔

ضرورت ہے کہ تم سب جسم واحد کی طرح زندگی گزارو، ہر ایک کے ساتھ محبّت و اخلاق سے پیش آؤ پڑوسیوں کے حقوق والدین کی اطاعت گھر والوں کی خدمت اصلاح معاشرہ کی تحریکات میں دلچسپی لیتے رہو، ماں باپ کی اطاعت کرو۔ بڑے چھوٹوں پر رحم کریں اور چھوٹے بڑوں کی عزّت و توقیر کریں۔ جو ایسا نہیں کرے گا وہ ہم میں سے نہ ہوگا۔

## ہر حاجی اعمال خیر کو عادت ثانیہ بنالے

جس طرح حج کے فرائض و معمولات میں ظاہری طور پر کتنی بھی پابندیاں ہوں انسانی جذبات وخواہشات فنا ہوتی ہوں عقل قدم قدم پر متوحش ہوتی ہو کہ فلاں بات ایسی کیوں ہو رہی ہے۔ کاٹنے والے کیڑوں کو مارا کیوں نہیں جاتا۔ جب حج سے پہلے بہت سے اعمال جائز تھے حج کے زمانہ میں کیوں ناجائز ہوگئے۔ لیکن ہر مؤمن وایماندار عقل وشیطان کے چکّر سے نکل کر وہی کرتا ہے۔ جو احکام حج ہیں اور روانگی سے واپسی تک ہمہ قسم کی آزمائشوں کو برداشت کرتا ہوا اپنا سفر ختم کرتا ہے۔

حج اور اس کے معمولات پر عمل کرو اور درس دیا گیا کہ جس طرح ہر حاجی ایّام حج میں شیطانی قوتوں کے مقابلے میں مستعد رہتا ہے اسی طرح اُسے اپنے وطن

یں مراجعت کے بعد شیطانی فریب سے دور رہنا چاہیئے۔ وہ حج کی واپسی کے بعد اخلاق کا مجسمہ بن جائے، دغابازی فریب کاری کذب بیانی کے بجائے راستبازی اختیار کی جائے، حق گوئی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ جس طرح حج میں گورے کالے شرقی و غربی، حجازی، عراقی، ترکی، شامی، مصری فقیرانہ لباس پہن کر وحدت کی تسبیح کے دانے بنے ہوئے معمولات ادا کرتے تھے، اپنے اپنے اوطان میں عالمگیر برادری اور اخوت باہمی کے ساتھ کام کریں۔ کیونکہ وہ جسم واحد کے حکم میں ہیں۔ اُن کی وحدت ابتداء سے قائم ہے۔ اس کا عالمگیر نظام اور ایک اسلامی بلاک ہے، جس میں بحیثیت مؤمن و مسلم سب کی مصیبت و راحت برابر ہے جس طرح کسی کے جسم کا ایک عضو درد کرتا ہے تو سارا جسم متاثر ہو جاتا ہے، ایسے ہی دنیائے اسلامی کے کسی گوشے کے مسلمان کو تکلیف و اذیت پہنچے تو وہ تکلیف پورے عالم اسلامی کی تکلیف ہونی چاہیئے۔ حج یعنی بین الاقوامی سالانہ اجتماع میں جن معمولات کی مشق کرائی گئی تھی اُس میں رضائے مولا کے لئے اولاد تک کی قربانی کا عملی نمونہ سکھایا گیا۔ پس مسلمان اپنے اپنے وطن و شہر میں رہ کر حق و صداقت اسلامی عزت و توقیر، مسلمانوں کی حفاظت و بقا کے لئے متحد و متفق ہو کر اقدامات کریں۔ اسلامی حکومتیں تمام حکومتوں کے مابین اخوت باہمی کے پروگرام پر عملی تدابیر و تجاویز مرتب کر کے ایک دوسرے کو زنجیر اتحاد میں پرونے کی سعی تبلیغ کرتی رہیں۔

اور یہ تمام اسلامی ملک اپنے مرکز کعبۃ اللہ سے وابستہ رہیں یہ مرکز اسلامی دبدبہ و شوکت دینداری و خدا پرستی محبتِ نبوی عشق مصطفوی کا مظہر ہو جس طرح اُس کی زمین دنیا جہاں کے لئے مامن ہے، ہر مؤمن و مسلم کے لئے بیرونِ حجاز بھی رحمت و محبت کا نمونہ پیش کرتی رہے۔ اُس کے اندر یہ طاقت ہونی چاہیئے کہ پوری دنیائے اسلامی کے نظام کو کتاب و سنت کے مطابق چلاتا رہے اور خود اُس کا اپنا کردار و عمل ایک معیاری و مثالی نوعیت کا ہو یعنی وہ اصحاب و اہلبیت اطہار

علماء و صوفیہ کا نمونہ ہو۔

اس مرکز سے ہر اسلامی ملک کو بروقت ہدایات جاتی رہیں۔ اُس کے عاملین و نمایندگان ہر ایک ملک میں رہ کر نگرانی کریں کہ وہاں کی حکومت احکامِ الٰہی پر عمل کر رہی ہے یا نہیں۔

محرم شریف سے لے کر تا ذی الحجہ تمام مہینوں میں مسلمانانِ عالم کو اِن مہینوں کی رعایت سے احکام دیئے جاتے رہیں۔

## آخری گذارش

صفحہ ۵۵ سے ۶۲ تک عالم خواب و مکاشفات کی باتیں تھیں جن کے سلسلے کو اور وسیع کرنا تھا مگر ضخامت کتاب بڑھنے کے خوف نے روک دیا۔

ہمارا مقصد تھا کہ اس تالیف میں اسلام کے دوسرے احکام و قوانین کے مضمرات و حقائق پر بحث کروں مگر دوسری تالیف بھی مرتب کرنا ہے اس لئے ان بحثوں کو دوسری صحبتوں کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔ ارادہ یہ بھی ہے کہ فلسفۂ محرمات و ممنوعات بھی تحریر کیا جائے تاکہ ایک باریک بین معلوم کر سکے کہ جس طرح فرائض کے مضمرات ہیں اسی طرح محرمات و ممنوعات کے بھی اسباب و حکمتیں ہیں۔

امید کہ ناظرین کرام اس حقیر تالیف کو بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ اگر بشری غلطی ہوگئی ہو تو فقیر کو مطلع فرمادیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

فقیر محمد عبد الحامد القادری البدایونی

صدر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان و رکن اسلامی مشاورتی کونسل حکومت پاکستان

رجب المرجب سنہ ۱۳۸۳ھ

مطابق نومبر سنہ ۱۹۶۳ء

## تحریکِ پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے کردار کی ایک جھلک

کتاب کا نام طویل، حجم مختصر، لیکن متن انتہائی قیمتی ہے۔اس کے مرتب جناب ظہورالدین خاں امرتسری تحریک پاکستان میں اہلِ سُنّت دجماعت کے عظیم الشان کردار پر اپنی تحریروں کے ذریعے یاددہانی کراتے رہتے ہیں......زیرِنظر کتاب میں مولانا عبدالحامد کے دو مقالات کا عکس شامل ہے،''انتخابات کے ضروری پہلو'' جو انھوں نے ورکنگ سیکرٹری، روہیل کھنڈ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کی حیثیت سے ۱۹۳۶ء میں اُس وقت شائع کرایا تھا جب مسلم اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں منظم ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے تحریکِ پاکستان کا آغاز کیا تھا، دوسرا مقالہ مولانا صاحب کے اُس خطبہ صدارت کا عکس ہے جو ۳۰ راگست ۱۹۴۶ء کو رائے کوٹ ضلع لدھیانہ میں منعقدہ پاکستان کانفرنس کے موقع پر پڑھا تھا۔

جناب سید محمد فاروق القادری نے ''چند تاریخی حقائق'' کی پردہ کشائی کی ہے، جبکہ مذکورہ خطبہ صدارت پر خواجہ رضی حیدر صاحب، ڈائریکٹر قائداعظم اکیڈمی نے فکر انگیز مقالہ تحریر کیا ہے۔اُن کے مقالے کی آخری سطور عبرت انگیز ہیں، خواجہ صاحب لکھتے ہیں:''اور آخر میں پھر وہی سوال کہ مولانا عبدالحامد بدایونی کو تحریک پاکستان کے ایک اہم ترین رہنما کی حیثیت سے معاصر تاریخ میں کیوں نمایاں مقام نہیں مل سکا؟ تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ جب تاریخی شعور اور قرطاس وقلم سے وابستگی کو ہم اپنے درمیان فروغ نہیں دیں گے تو غیر ہی ہماری تاریخ لکھیں گے''۔

قیمت ۵۰ روپے (ماہنامہ''احیائے علوم''لاہور جون، جولائی ۲۰۰۶ء) تبصرہ از سید قاسم محمود

## حیاتِ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

''حیات شیخ الاسلام'' مرتبہ فیض احالوی و شفیق صدیقی پہلی بار دسمبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی تھی اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن دسمبر ۲۰۰۲ء میں ظہورالدّین خان صاحب امرتسری کی توجہ اور کاوش سے شائع ہوا ہے۔اس ایڈیشن کی خاص اور قابل ذکر بات خود ظہورالدین خان صاحب کا طویل مقدمہ ہے۔''حیات شیخ الاسلام'' تو ۷۲ صفحات کو محیط ہے، جب کہ مقدمہ ۱۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔اس فاضلانہ اور محققانہ مقدمے میں سینکڑوں حوالوں کے ساتھ ظہور صاحب نے جمعیۃ العلماء ہند سے وابستہ علماء اور دوسرے نیشنلسٹ علماء کے متحدہ قومیت کے نظریئے کے خلاف ایسا مواد جمع کر دیا ہے اور ایسا بند باندھا ہے کہ اسے ''قاطع برہان'' کہا جا سکتا ہے۔اس مقدمے کی موجودگی میں پانی اگر اب بھی نشیب میں نہیں گرتا تو اسے خواہ مخواہ کی ضد اور کٹ حجتی ہی کہا جائے گا۔کتاب ادارہ پاکستان شناسی، ۳۵۔رائل پارک، لاہور نے شائع کی ہے۔

صفحات ۲۶۴، قیمت ۱۲۰ روپے ہے۔(ہفت روزہ ندائے خلافت، لاہور: ۲۳ ستمبر ۲۰۰۳ء) تبصرہ نگار: سید قاسم محمود

## ادارہ پاکستان شناسی کی مطبوعات

| | | |
|---|---|---|
| ☆ | مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملی و سیاسی خدمات | سید نور محمد قادری |
| ☆ | تحریک پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونی کا کردار | ظہور الدین خاں امرتسری |
| ☆ | حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ | فیض الانبالوی، شفیق صدیقی |
| ☆ | شاعر محبت | پروفیسر محمد مسعود احمد |
| ☆ | ہندو حکمرانی کا ہولناک تجربہ | مولانا عبدالحامد بدایونی |
| ☆ | بالشویزم اور اسلام | مولانا عبدالحامد بدایونی |
| ☆ | اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم | مولانا عبدالحامد بدایونی |
| ☆ | اصل مسئلہ معاشی ہے | سید محمد فاروق القادری |
| ☆ | حضرت علامہ شاہ احمد نورانی | سید محمد فاروق القادری |
| ☆ | علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ | سعدیہ اختر |
| ☆ | معرکۂ کربلا | ملک شیر محمد خاں اعوان |
| ☆ | عقائد اسلام | زاہد القادری بدایونی |
| ☆ | پروفیسر مولوی حاکم علی | چودھری محمد صدیق |
| ☆ | خطبات آل انڈیا سنی کانفرس (۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء) | محمد جلال الدین قادری |
| ☆ | ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست | محمد جلال الدین قادری |
| ☆ | کھلی چٹھی بنام جمعیت علماء ہند و مجلس احرار اسلام | محمد جلال الدین قادری |
| ☆ | اکابر تحریک پاکستان (دو جلدیں) | محمد صادق قصوری |
| ☆ | الرشاد | سید سلیمان اشرف |
| ☆ | الحج | سید سلیمان اشرف |
| ☆ | النور (دو قومی نظریہ) | سید سلیمان اشرف |
| ☆ | البلاغ | سید سلیمان اشرف |
| ☆ | چودھویں صدی کے مجدد | ظفر الدین بہاری |
| ☆ | کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن | مفتی سید مصباح الحسن مودودی |
| ☆ | ہندوؤں سے ترک موالات | منشی تاج الدین تاج |
| ☆ | اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت | سید نور محمد قادری |
| ☆ | اتحاد بین المسلمین۔ وقت کی اہم ضرورت | مولانا عبدالستار نیازی |
| ☆ | فلسفۂ شہادت حسین ؓ آئینہ قیامت | مولانا عبدالستار نیازی |
| ☆ | پنجاب اسمبلی میں پانچ تاریخی تقریریں | مولانا عبدالستار نیازی |
| ☆ | نعرۂ حق | مولانا عبدالستار نیازی |
| ☆ | تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز (۱۹۴۰ء) | مفتی برہان الحق جبل پوری |